

ناؤٹ

## ہر سے بارش

**UrduPhoto.com**

کوچہ عشق اور شہرپنیر کے شیج میں ایک گلی ہے  
پل بھر رستہ طے کرنے پہنچنے پوری عمر لگی ہے

زندگی جہد مسلسل ہے۔ اس کشاکش میں سُنہرا وقت گزر جاتا ہے۔ جب  
خواب ہوتے ہیں تو تعبیر کو سوں دور کھڑی ہوتی ہے اور جب تعبیر ملتی ہے تو  
خواب وقت کی دبیز تھوڑ کے نیچے سوچکے ہوتے ہیں۔

**کہونے.....پانے.....حاظل اور لا حاظل کے درمیان کشمکشوں کا احوال خاص**

یہ پہلی بارش تھی اس گھر میں۔

اور یہ پہلی بارش تھی صائمہ کی۔ جسے وہ ٹیکس سمجھا کر کھڑا کرنا شروع کر رکھتے ہو کر چاٹے کی چکلیاں لیتے ہوئے انجوائے کر رہی انداز میں کہا۔

"چھی کو چائے دی؟"

"ہاں بی بی، سوب سے پہلے" اس نے دا بیسٹر تھی۔ "وکھیں پکوڑے تو نیک دے رہے ہیں"

ساس کے نوز بوز بڑھتے بلڈ پریشر کی ٹھکر رکھنے کی تھی۔ لے کھانے پینے کا خاص دھیان رکھتی۔

"تاں بی بی۔" اس نے زور زور سے نمی میں کھانے کے لئے ہوئے زیور اور بھی ہلوڑے لینے کی تھی۔ بھی پہنچ لے لے جھک کر تکین دھا کوں اور بیٹھ سے بننا ہوا پر اندھہ۔ بھی ٹکنگا اٹھے "ام کوں پاکا کا اک پکوڑا بڑی بی بی کو کھلائے گا۔"

۱۵ "چلو تھیک ہے" اب رات کے کھانے کے لئے الی چاؤں بنا پیاساں اور وقت اتنے پکوڑے کھانے کے بعد رات کا کھانا ہلکا پھلکا ہی رکھتا چاہے۔ چھی کا دلیہ میں خوبیاں گی اور ہاں تم اپنے اور اپنے بھیانک کے لئے بھی پکوڑے بنالپنا چائے کے ساتھ۔" اس نے میز کے لئے ہوئے ہدایات دیں۔ وہ خوش ہوئی۔

"مردانی بی بی بی بی ام کہہ پہنچنے خان کو اور بارچی خانے میں ہی بلا لے؟" اہل کے اجازت دینے پر روح افرا ساتھ دن رات ٹھر کے چھوٹے بڑے تمام کاموں کی ذمے داری سنبھالتے سنبھالتے اب اپنی تھیری کے ساتھ دو دو کل دقتی ملازموں کی سہولت بھی ایک عیاشی ہی تو ٹھیں۔ طرف بھائی۔ صائمہ نے سکراتے ہوئے سرجمنکا۔

"وہ بھی ہی تو ہے۔"

باریک آواز میں لہک کے اسے پکارا۔ وہ سید ہے بڑی پھر سالہ سالہ روح افرا کام کا ج میں بے شک بڑی پھر تسلی تھی، بات جلدی سمجھ لیتی تھی مگر پہنچا بات تھا۔ وہ جس علاقے سے آئی تھی وہاں تھہر چودہ سال کی لاکی بھی بیانہ دی جاتی تھی، وہ تو پھر بھی پندرہوائی پار کرنی تھی۔ بیم میں لہک لہک کے بولا کرتی۔

"لی بی، پکوڑا لے لو۔ ام تمہارے واسطے تاجا تاجا (تازہ) مل کے لایا اور یہ ساب کی پلیٹ، وہ بولتی تھی میرا ساتھ ذرا زیادہ ہی جوان دکھتا۔

۱۶ میز حسب معمول اشٹی میں کپیوڑیں سر کھا رہا ہوئے کی وجہ سے وہ میز کے سامنے جانے نے اختراءزی کیا کرتی۔ اس کے گھر برہوتے ہوئے ایک لباس اگھونگ تھا۔ صائمہ نے اس کے سامنے چائے کی ٹھیکی کر لکھا رہتا، اور ہر دم ٹکنگا تے لب بھی خاموش ہوتے۔

"روح افرا سے کوئی تل دے۔ میں میں گھول آئی تھی۔" یہ کہتے ہوئے اپنی کی آواز جو شی جذبات اور بالکانہ اتحادیت کی میراث ہے۔ لرز آٹھی۔ نہ تو ابھی اس گھر میں آئے ہوئے اسے زیادہ عرصہ ہوا تھا نہ ہی اس کل وقتی ملازمہ کو رکھے زیادہ دن گزرے تھے۔ وہ دونوں عیاشیوں کو جی بھر کے انجوائے کر رہی تھی۔

شادی شدہ زندگی کے ابتدائی نو سال ایک لہجہ و تاریک بو سیدہ سے امکان میں سوچتی تھی کہی کرمی بھیتے ہوئے گزار دینے کے بعد ایک صاف سحری نہیں ہاؤ سنگ کالونی میں نو تعمیر شدہ اس مختصر مگر ہوا دار کوٹھی میں رہنا۔

کرے میں آئیں۔ ساس، سر، دادی ساس، دو نندوں اور دو دیوروں پر مشتمل کنہ سنبھالا۔ چھوٹے بچوں کے ساتھ دن رات ٹھر کے چھوٹے بڑے تمام کاموں کی ذمے داری سنبھالتے سنبھالتے اب اپنی تھیری کے ساتھ دو دو کل دقتی ملازموں کی سہولت بھی ایک عیاشی ہی تو ٹھیں۔

"لی بی!" روح افرا نے اپنی مخصوص ٹکنگا تی ہوئی باریک آواز میں لہک کے اسے پکارا۔ وہ سید ہے بڑی پھر سالہ سالہ روح افرا کام کا ج میں بے شک بول ہی نہیں سکتی تھی۔ ایک تو آواز پہلے ہی مترجم سی تھی، ذو بیڑا وہ اپنے پہاڑی انب و لمحے کی وجہ سے اور بھی زیادہ سر میں لہک لہک کے بولا کرتی۔

"لی بی، پکوڑا لے لو۔ ام تمہارے واسطے تاجا تاجا (تازہ) مل کے لایا اور یہ ساب کی پلیٹ، وہ بولتی تھی میرا پکوڑے میں مرچ کر رکھنا۔" پردے کے معاملے میں سخت ہونے کی وجہ سے وہ میز کے سامنے جانے نے اختراءزی کیا کرتی۔ اس کے گھر برہوتے ہوئے ایک لباس اگھونگ تھا۔ صائمہ نے ایک نظر ٹھیکے میں پڑے لوازمات اور واحد کپ کو

وہ کہا اور سوال کیا۔

”ہم تم نہیں ہو گئی؟“

جا میر۔“

”ہاں اصولی طور پر تو یہ کرنا چاہیے۔ اکیلی خاتون

اس خراب موسسم میں کہاں خوار ہوتی پھر سے لیکن یہاں سے چوبی تک جانا۔ بست نائم لگئے گئے ہیا ر۔ ایسا کرو بسم اللہ سے یکسی منگوا کر بھادر، گرایہ میں دے دیتا ہوں۔“

”ربنے دیں، خوب صورت کم عمر لڑکی ہے، اس

سنان علاقے سے اکیلی ٹکسی میں بیٹھ کے جائے گی؟

بھرپور انہوں نے کیا جاسکے۔ میں نے آج چائے زہیں پی ہے،

بلی بلی ہی پھواہ میں بھیتے ہوئے، مہندی مہندی ہواں، داری

کے مزے لیتے ہوئے، اور جھوٹاں سچ کے مگت سنتے

موسم میں ہماری لانگ ڈرائیور ہو جائے گی۔“ اس نے اپنی

فرماتے ہوئے کی بورڈ پر انگلیاں چلا تارہا۔ اس

ستکراپک میں ایک طہانت تھی، سرور تھا اور ہاکا ناکا سفا فخر

لیالِ ہوشے، اجائے جناب، بس یہ چائے پی اول۔“

جن سے آپ پیار کرتے ہوں ایک دوسرے پیارے

ضامنہ اپنے ایک دوسرے نظر اپنے لباس پر ڈال۔ سہ پر کوئی نہ

تھی بھی ہوں، ان سے پاہنچتے کا اور ان کے ذہیر

کے یہ بلکے کاسنی رنگ کا پیچھا کا سوت پہننا تھا، لیکن اسے

سارے پیار اور مہربانیوں کا بدله چکانے کا اس سے بہتر

موسم کی مناسبت سے رنگ ڈرائل مختسبیں ہوا۔ اسے لان

کر لیتے اور کیا ہو سکتا ہے، کہ ان کی سب سے بڑی خواہش

کا وہ شوچ رنگوں والا پر نسل سوت یاد آیا ہو بڑے شوق سے

پوری کی جائے۔“ اسی میں ہوئے دیتے ہے۔ وہ تورا بدیل ہونے الٹھ کھڑی

ایک طویل پیدا و جد رکے بعد بالآخر وہ صائمہ کی

ترانیوں کا صلد دیے ہو گیا تھا، یہ طہانیت اس ہوئی۔

لاست اور نج اور او ہو گئیں کے کنڑاست والی قیص

بات کی تھی۔

وہ انوش تھی، اسی لیتے نیچے بھی خنثی تھے، کوئی دن کے ساتھ لا است اور نج شکوار تھی اور انہی دو رنگوں ہے

گمرا نے پر ایک سرخوبی ہاں عالم چھایا ہوا تھا، یہ سرور اسی

احساس کا بخشنا ہوا تھا اور وہ جو ہمیشہ صائمہ کی قریانیوں، اس پرنٹ تھیں۔ اس گھناؤں بھری شام میں یہ دھنک رنگ

کی خدمتوں اور اس کے بیشہ دل مار لینے اور خواہشات کا

لباس بست اٹھ رہا تھا اس کے متناسب وجود پر۔ ایک تو

گھنک گھونٹ دینے پر خود سے بھی شرمندہ شرمندہ کسابر پا کرتا تھا۔

شادی بھی کم عمری میں ہوئی، انیں یہاں کی عمر میں بیاہ کے

اب اس کے نیلے ہر ممکن اتنا لاش اور سوت میا کر لیتھ، آئی اور اب بونساں اور دو بچوں کے بعد بھی وہ فریش نظر

ہوئے تھیں تو محسوں کر لئے جاتے۔

”بچیاں کیا کر رہی ہیں؟“

”ان کی بیوڑا آئی ہوئی ہے، پڑھ رہی ہیں۔ وہاں بھی

چائے بھجوائی ہے۔ بات نہیں مزمل، مس نشا شک جب

کراں نے اپنی تیاری تکمیل کی اور بچوں کے کمرے میں

رہ گئے آئی شب بارش نہیں تھی، اب بے چاری واپس

جانے پر محل گئیں۔“

”ہم بھی مس کو چھوڑنے آپ کے ساتھ جائیں

واک پر ہے۔ کیوں نہ ہم دونوں اسے گھر تک ڈر اپ کرنے

”آپ اکیلی نہ رہیں۔“  
”تو کیا ہے اگر دادو بھی ساتھ چل جائیں۔“  
کنے پر صائمہ نے جزبہ ہوتے ہوئے اسے آنکھیں دکھانی میں خولہ اسے ہمیشہ زیچ کردا۔ ”شیر طڑاں کی دل کل، بہانے اور ماں کی ہدایتوں کا توزیع ہمیشہ وافر مقدار میں حل کر دی جو دنوں کا الفاظ میں کہہ رہا تھا۔  
”نہیں، ماں ہرگز ساتھ نہیں جائیں گے۔“  
”موجود ہوتا۔“

ایسے موسم میں باہر نکلنے سے ان کو سانس کی تکفیل لے لیتے ہیں، میں ان کے پوچھنے کے آتی ہوں۔ ”مالاں ال شکایت ہو جاتی ہے اور پھر یہاں سے پوچھنی تک کی ادائیہ ”ادھر آؤ۔“ تھامہ نے جلدی سے اس کا بازو سمجھ کر اسے بھاگنے سے روکا۔ اسے پتا تھا کہ پچھی باہر جانے سے کبھی انکار نہیں کرتیں لیکن زیادہ مشکل اس میں نہیں تھی اسکے وہ ساتھ جاتی، مسئلہ تو یہ تھا کہ ان کی گاڑی پیش روں کے خرچے نے جان چھڑانے کے لیے ڈیزل پر کروالی گئی تھی اور اس اور پرانے بیوی کی یہی لیداں کرے کے لیے۔ وی تک اس ڈیزل کی بُو سے ان کے ستر میں درد شہر و عہجہ ہو جاتا تھا، ہم اس کے آتی ہوں۔ میں بیٹھ کر کاروں چینی دیکھوایا پھر اسٹرول ایک دو گھنٹا بیٹھنے سے کراچی کو دلتانے لگتی اور یہاں دو گھنٹے کی ڈرائیور رات کے لیے پانچ چھوٹے گھنٹے زیادہ بھاری گزرتے جو صائمہ کو اپر ایک بیڈروم سے نیچے پچھی کے تک آنے جانے میں کوئی نظر نہیں کیتا تھا اسکی تھی دلداری کی تھی دادو کی پوتیوں کے لئے۔

”مزمل بیٹا، کیوں مجھ بڑھی کچھ ملیے بچیوں کا دل مارنے ہو۔ مجھے اکیلے میں کیا جھنپٹ بخوبی ڈرانے آئیں گے؟ اگر آئیں، کیم بھی لے آئیں گے۔“  
”اوہ ماں، آپ ان بچیوں سے کم ضدی نہیں۔“  
بھی شاید اس بے مقصد بحث سے بچ گیا۔ ”میں میو نفرت شکایت جڑ دی۔“  
کے لیے نہیں جا رہا۔ آپ کو بتایا ہے کہ ان کی مس کو گھر ہیں۔ باڑش کی وجہ سے تھامہ واںے پارک میں جاگر سلاسل میں تک پچھوڑنے جانا ہے کیونکہ موسم بہت خراب ہے۔ سفید بھی نہیں لے سکتے اور پھر بھی مما ساتھ نہیں لے کر جا رہیں۔ ہم نے تو سارا ہوم ورک بھی کمپلیٹ کر لیا ہے۔“

”صائمہ کیوں بچیوں پر بلا وجہ روز ک روک لگاتی ہو۔“  
”بے چاریاں آتی جاتی ہی گناہ ہیں۔ انہیں بھی لے جاؤ۔“  
”ایسا کرو، اس پھانی کو یہاں چھوڑ دو۔“  
”مجھے اونچھے آرہی ہے، یہ کاروں کی آواز تو منہوس دیے ہی ساتھ۔“

”چھی جان،“ میں نے آپ کی وجہ سے چھوڑا تھا ماک

تھی کہ دوپر سے شروع ہونے والی بارش اب شام کے نئے  
بچنے کے بعد بھی رکنے کا نام نہیں ملے رہی تھی۔ البتہ اس  
کی شدت میں کمی ضرور آجئی تھی۔ مگر میوں کی تو شامِ نہر  
لئے ذرا پسلے تک بھی خوب روش اور چکیلیں اوتل ہے کہ  
اب ساون کی اس خوب صورتِ شام نے جنوری کی شام سے  
دالی نیلا گول سیاہی سمیت رکھی تھی۔ وہ پہ چاپ زندگی  
پھسلتی گاڑی میں۔ بلکہ سوریوں میں بختی رومنگ میت  
تمہارے اپنی ساتھ لے جاتا ہی پڑا۔ ورنہ کتنا دل چاہ رہا  
تھا اس کا کہ آج بھی بھیکی سوریوں پرستِ رفتاری سے  
باہر کی طرف دیکھتی رہی۔ نشاۃت کے اترے کے بعد اس  
سنتے ہوئے وہ اور مزمل کچھ وقت ساتھ مگزا رہیں۔ صرف  
ملالی ہے بچیوں کو دیتا۔

و پلیز اب چپ کر جاؤ۔ کچھ دیر خاموشی سے بختم  
یکھو۔ مسلسل صحیح لگا رکھی ہے۔ "اس نے اپنی  
خاموش کرانے کے بعد سی ڈی پلیسٹ آن کیا، یہ سی ڈی مگر  
سے نکلتے ہوئے بطور خاص راستے میں سننے کے لیے انہاں  
گتوں کی آواز گماڑی کی آواز گاڑی کی محض فضا میں گونجئے گئے  
ردم نہم لمحہ ساون۔

سلگ سلگ جائے۔  
بھیکے آج اس موسم میں۔

لگی کیسی یہ اگن۔

وہ تو مغرب کی نماز کے ساتھ ہی کھانا مانا کھا لیتا ہے اب میں  
دلیہ کھلانے کے بعد اس کا بیٹھنا کوئی احتیاج کیا۔ مزمل  
مالش کرے گا جیسی ام اپنی بے بے کو کرتا ہے۔ صحیح تک  
مست سوتا رہے کہ بڑی بی بی۔ آپ آرام سے جاؤ۔ سیر میر  
کرو۔ "خوشی خوشی اس سے دیکھنے میں داری بھی یہی لی۔

میں نشاۃت ان کی بہشتِ منون ہو۔ بڑی تھی "دھنکنا لایو ایک ایسا  
آپا، میں پلے ہی سوچ رہی تھی کہ واپس کیسے جاؤ۔ خراب  
موسم میں تو یوں بھی دیکھنیں کم چلتی ہیں۔ پیدل بارش میں  
جھسکتے ہوئے اٹاپ تک جاتا ایک الگ مسئلہ اور وہاں  
کھڑے رہنا بھی عذاب۔"

"آئندہ ایسا کوئی مسئلہ ہو تو بلا جھک چھٹی کر لیتا۔ ویلنے  
بھی مگر میوں کی تعطیلاتِ تقریباً ختم ہونے والی ہیں اور ان کی  
پڑھائی خاصی اچھی ہوئی ہے۔ ایک آدھ چھٹی سے کوئی  
فرق نہیں پڑتا۔" صائمہ نے فراغ دلی ہے اجازت دی۔ وہ  
مزیدِ منون ہو گئی اور بچیوں کے ساتھ باشیں کرنے لگی۔  
عنیوں پچھلی سینت پر بیٹھی تھیں۔ ہالہ اور خولہ کی مسلسل چلتی  
زبانیں اسے موسم سے لطف اندوڑ بھی نہیں ہونے دے  
رہی تھیں۔ کالے کالے بادل گھر گیر کے آرے ہے تھے یہی وجہ

"آجاتے ہے جاسائیکل تے۔"

اس نے اپنی ڈائشے کی نیت سے گردنِ موڑی گھر  
دونوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ پر تالی بجا بجا کے گاتے دیکھ  
ہلانے کی وجہ سے جھوول رہی تھیں جبکہ ہالہ کے گالوں کے  
ڈپلز زور لگا کر گانے سے اور بھی مگرے ہو رہے تھے۔ اس

میرے سر میں درد جگادتیا ہے۔" صاف نہ اہر تھا کہ وہ صرف ہالہ اور خولہ کی ضد پوری  
کرانے کے لیے یہ سب کہہ ہیں ہیں مگر کیا کیا جا سکتا تھا۔  
تھا اس کا کہ آج بھی بھیکی سوریوں پرستِ رفتاری سے  
پھسلتی گاڑی میں۔ بلکہ سوریوں میں بختی رومنگ میت  
ستے ہوئے وہ اور مزمل کچھ وقت ساتھ مگزا رہیں۔ صرف  
اپنے ساتھ۔

"روح افرا، کھانا تیار کرنے کے بعد کو اڑیں مت  
جانا۔ بچی کے کرے میں بینہ جانا اور دیکھو زیادہ بول کر  
اپنیں تک مت کرنا ورنہ وہ بست ڈانشیں گی۔ چپ چاپ  
بیٹھنی ہرہنا۔ اگر اپنیں بھونوک لگے... تو دلیہ لمحے زینا۔"  
اس کا خیال تھا کہ صبح ہے کام میں جتنی روح افرا اس میں  
ذیولی پر منہ بنالے گی۔ ظاہر ہے اپنے اس کے کوارٹر تک  
جانے کا وقت جو ہورا تھا۔ گہرے تفاوتِ موقع وہ تو چک اٹھی۔

"دنکر نہیں کروں بی، ام بڑی بی بی کا بیت کھال رکھے  
گا۔ وہ تو مغرب کی نماز کے ساتھ ہی کھانا مانا کھا لیتا ہے اب میں  
دلیہ کھلانے کے بعد اس کا بیت کھال رکھے گا۔ وہ تو مغرب کی نماز کے ساتھ ہی کھانا مانا کھا لیتا ہے اب میں  
مالش کرے گا جیسی ام اپنی بے بے کو کرتا ہے۔ صحیح تک  
مست سوتا رہے کہ بڑی بی بی۔ آپ آرام سے جاؤ۔ سیر میر

کرو۔ "خوشی خوشی اس سے دیکھنے میں داری بھی یہی لی۔

آپا، میں پلے ہی سوچ رہی تھی کہ واپس کیسے جاؤ۔ خراب  
موسم میں تو یوں بھی دیکھنیں کم چلتی ہیں۔ پیدل بارش میں  
جھسکتے ہوئے اٹاپ تک جاتا ایک الگ مسئلہ اور وہاں  
کھڑے رہنا بھی عذاب۔"

"آئندہ ایسا کوئی مسئلہ ہو تو بلا جھک چھٹی کر لیتا۔ ویلنے

بھی مگر میوں کی تعطیلاتِ تقریباً ختم ہونے والی ہیں اور ان کی  
پڑھائی خاصی اچھی ہوئی ہے۔ ایک آدھ چھٹی سے کوئی  
فرق نہیں پڑتا۔" صائمہ نے فراغ دلی ہے اجازت دی۔ وہ  
مزیدِ منون ہو گئی اور بچیوں کے ساتھ باشیں کرنے لگی۔  
عنیوں پچھلی سینت پر بیٹھی تھیں۔ ہالہ اور خولہ کی مسلسل چلتی  
زبانیں اسے موسم سے لطف اندوڑ بھی نہیں ہونے دے  
رہی تھیں۔ کالے کالے بادل گھر گیر کے آرے ہے تھے یہی وجہ

ایک محنتی سانس بھر کے سریت کی پشت سے نیک ٹرینگ میں سے اسکو گزر رہا ہوا کہ وہ مزمل سے پہلی چھلکی گرفتگو تک کرنے سے احتراز کیا کرتی کہ کہیں اس کا دھیان بٹ جائے اور خدا نخواست وہ اسکو ڈر کسی دیگر یا اڑک سے نہ مار بیٹھے۔ ان کا گھر بھی اندر وونِ شر کے بارونق اور پر ہجوم علاقے میں تھا، جہاں سے لاہور کے کسی بھی علاقے میں نکلنے کے لئے ٹرینگ سے جام ہوئی میں روڈ سے گزرا پڑتا۔ اب ان کا گھر لاہور کے آخری سرے پر بنی اس نئی ہاؤسنگ اسکیم میں تھا، جہاں آبادی کا تناسب خاصاً کم تھا۔ چھ سال پہلے جب مہائیمہ نے اپنی ٹو شنز کی رقم سے یہ پلاٹ تسطیلوں پر خریدا تھا، تب تو آبادی نہ ہونے کے برابر تھی۔ مزمل نے پلاٹ دیکھنے کے بعد اس کے فیصلے کی مخالفت بھی کی تھی، خود اسے بھی مایوسی ہوئی لیکن کیا کرتی؟ آبادی کا نہ ہونا ہی تو وہ دھند بھری سمجھا ہونا یا بر سائنس کی مو سلا دھار شامیں۔ وہ لاموجھ تھی جس نہ کسی وجہ سے اس اسکیم کے پلاٹ نہایت وقت پر ہا پیٹل اور پھر واپسی کی گئی جنپ حاصل کروتا۔ بچوں کی ٹھانج، اشیاء پر پھول رہے تھے اور جب دو سال بعد ہاؤس پیدائش کے سلسلے میں ہا پیٹل پر ہاڑتے چیک اپ کے لئے فائن والوں سے قرضہ مطلوب کر انہوں نے یہ کوئی بنانے کا ارادہ کیا تو یہ دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی کہ آس پاس کے جاریے ہوئے اسے پکشوں یا دیکنوں پر خوار نہ ہونا پڑتا۔

دیکھی بیکان کی دیوڑھی میں کھڑا یہ اسکو رسو (کام) آیا۔ تمام پلاٹس پر ہی مکان تعمیر ہو چکے تھے وہ سارا علاقہ جو کرتا۔ چھی اور پچھلے پلاٹ کو اتنا کہاں کیا جائے کہ شادہ سرگوں اور بیکے لگوانے ہوں، پھریے ہوں۔ گروں میں ہو جیز اور بیکوں کو بلائس میں بیکریں ہو جائیں۔ اس کے پلاٹ کے سامنے کالونی دیوروں کی بڑی اسکی نے اسی اسکو ڈر پھرتے ہوئے تیار کی کا پارک بھی تھا۔ نزدیک ہی ایک مختصر پیٹی مارکیٹ بھی تھی

اجڑا اس بے تحاشا اور بیجھوڑ لغ استعمال نہ ہاں ہے۔ جہاں ضروریاتِ زندگی کی تمامی اشیاء دستیاب تھیں اور ان چارے کا خشن خراب کر کے کرکٹریاں بیکھڑو، فٹ پاٹھ پر بیڑا لامبے اسے اب تک ان چھ ماہ میں اسی شکل بنائے کھڑی ہوتی، اور مزمل پیٹ کے پانچ کھل چکی تھی، خاصاً جھنے، اسکو ڈر لانا کر گریں سے بھرے ہاتھ تیے ماؤن سا بیوی پارلر، نیٹ کلب اور فاست فوڈ ریسٹورنٹ اس کا علاج کر رہا ہوتا۔ تفریح کا سارا موڑ خراب ہو جایا بھی بن چکا تھا۔

کرتا۔ اور پا لفڑ اگر کبھی اسکو ڈر بغیر کوئی مسئلہ پیدا کرے انسیں لے جائیں رہا ہو تو کیا فائدہ اور کیا مزہ۔ کسی بھی موسم میں اسکو ڈر کی سواری اسے پسند نہ آتی۔ گری ہوتی تو دھوپ صائمہ سے پوچھتا۔

”اوی... ہاں۔“ وہ چونکی ”نمیں“ کچھ نہیں۔ ارے سے کھوڑی جلتی اور لوٹے چڑھے جلتا۔ سردی ہوتی تو ٹھنڈے سے ٹھنگیں بڑل رز جاتیں، شانے اور پیٹے اکٹھ جاتیں، انگلیاں برف بن جاتیں، بارش آئیں تو نکنا اور بھی محال ہوتا۔ ہے انڈے بھی ضروری سے ضروری نہ کام کرنے لیے نکنا دشوار تھا تو تفریح تو چاہئیے ہوں گے ناشتے کے لئے۔“

”پیا ہم کون کھائیں گے؟“ دونوں نے فرائش کی تو بڑی دور کی بات تھی۔ رہارتے میں میوزک سننے کا سوال تو وہ ظاہر ہے کہ ناممکن سی بات تھی۔ بعض اوقات اتنی صائمہ نے کچھ خیال آئے پر اسٹور کی طرف بڑھتے مزمل کو

پکارا۔

”ایک کون اور بھی لے لجئے گا، روح افزا کو دے دوں پرسوں موقع ملنے پر وہ اسے رسان سے پروردہ سمجھا شد  
گی۔“ اسے اس مختنی اور سادہ دل اڑکی سے خاصاً کاؤ ہو گیا کہ وہ ابھی مکھر کی ملازمت ہے اور اس مکھر کے تقدیس کا ایسا  
تمہان پانچ چھ ماہ میں جب وہ سارے کام پوری ذمے داری اس پر بھی واچٹ ہے۔ اس قسم کے رہمانیک میں کوئی  
اور گلکن سے کرتی تھی تو صائمہ نیکوں نہ اس کی چھوٹی چھوٹی ایٹ کرنے کے لئے اسے کسی اور جگہ کا انتساب کرنا پڑے  
خوشیوں کا خیال رکھتی۔ واقعی اس کی چھوٹی چھوٹی سی تو گا۔

۰\*۰

نوشیاں تھیں جو چھوٹی چھوٹی باتوں سے مل جایا کر پہنچ۔

گھر میں داخل ہوتے ہی بچیاں اپنے پاپا کے ساتھ آؤ پہنچاں۔ اسکوں کی طولی چھیوں نے بچوں کے سونے اور  
چڑھے گھنیں اور وہ ہاتھ میں دھیرے دھیرے پھٹلتی کون آئس جائیں کے متعدد اوقات کو متاثر کیا تھا۔ عام ملوپ روہ انہیں  
کرم کو لے کر کچن کی طرف بڑھی۔ بچی کے کرے کی لائٹ آٹھ بجے تک رات کا کھانا کھلا کر فارغ کر دیا اور نوبہ  
آف تھی، جس کا مطلب تھا کہ وہ سوچکی تھیں اور ظاہر ہے ساڑھے نو تک سلادیتی مکراب ساڑھے آٹھ بجے گھر آئے  
کہ ان کے آنے سے پہلے روح افزا اپنے کواڑڑ میں تو کے بعد بھی وہ اتنی جلدی کھانا کھانے پر تیار نہیں تھیں  
نہیں جا سکتی تھی اس لیے آئنے دینے کچن کا رخ کیا تھا مگر کچن لے کر چونکہ نہ صرف شام کی چائے کے ساتھ پکوڑے اور  
میں قدم دھرتے ہی وہ پٹٹا کے رہ گئی۔ پکن کی وہ کھڑکی جو پچھلے لائن کی طرف کھلتی تھی، اس  
پکن کی وہ کھڑکی جو پچھلے لائن کی طرف کھلتی تھی، اس کے پردے گرے ہو چکے تھے۔ میں ٹیوب لائٹ بھی آف  
استندی میں کپیوڑ پر گیز کھلیتی رہیں ہیں ساڑھے دس تک تھی، صرف اوون پر اور والی ڈم لائٹ کی وجہ سے کچن میں  
پلکی روشنی میں اسکے ساتھ رہ شنی میں ماسک پہنچنے جو پکن کے کرے کی لائٹ آئن ہو گئی۔  
پکن کے ساتھ دیکھا، وہ اسے پر بڑا ہے دو دلدم پیچے ہے پر بجبوٹر کیا۔ ۱۰:۰۰ G.M.  
چیز بھی لیے تھے ایک نگھنٹا تک وہ اپنے پاپا کے ساتھ اپنے بھی لیے تھے ایک نگھنٹا تک وہ دروازے سے باہر کرنے  
کے پردے گرے ہو چکے تھے۔ بنشکل انہیں کھانا کھلانے کے بعد کمرے میں جا کر سونے  
پکن کے ساتھ اسکے ساتھ رہ شنی میں ماسک پہنچنے جو پکن میں جا کر سونے  
منظر دیکھا، وہ اسے پر بڑا ہے دو دلدم پیچے ہے پر بجبوٹر کیا۔ اچانک پیچھے ہٹنے کی وجہ سے وہ دروازے سے نکرائی اور  
نظر انداز کرتی ہوئی سیرھیاں چڑھنا چاہتی تھی مگر ایسا کرنے کا ایک دلداری کے ساتھ ہی تھا۔ وہ  
اپس، آواز نے بسم اللہ جان بپور روح افزا کو چونکا کے رکھ سکی اور پکھے ہی دیر بعد وہ ان پر بکھے دروازے پر کھڑی ان کے  
دیا۔ ۱۰:۰۰ جائیں کامیاب و ریافتی کلراہی تھی۔

روح افوا کے شانوں پر اپنے تو مند بازوں معاشرۃ اللہ بنے بھائی کیا بتا دیں، ذرا سادیہ ہی تو کھایا ہے اور  
بنائے بسم اللہ جان سرخ چرے اور پیمنہ پیمنہ ہوتی پیشانی معدے میں ایسی گرانی ہے جیسے دسی گھنی کے پرانے ٹلوے  
کے ساتھ ائے قدموں کچن کے پچھلے دروازے سے باہر کی ٹھوںس لیے ہوں۔ ”وہ سینہ مسلتے ہوئے کہنے لگیں۔ دمہ اور  
طرف بھاگا جنکہ روح افزا ایک دم سفید پڑھکی تھی۔ لرزتے بلڈ پریشر کے ساتھ ساتھ وہ جوڑوں کے عارضے میں بھی بتا  
ہاتھوں نے بکھرے بال دزست کرتے ہوئے اس کی بھکی اُل تھیں اُل تھیں اُل تھیں اُل تھیں اُل تھیں اُل تھیں۔ انگریزی  
نظریں مسلسل زمین میں گردی تھیں، بدن میں پلکی سی لرزش ان سلسلے اروزانہ کے استعمال میں شامل تھیں۔ انگریزی  
نمایاں تھی۔ جنکہ لب اس نے اس سختی کے ساتھ دانتوں ادویات کے مسلسل استعمال نے ان کے ہاضمے کو خاص  
میں دیوار کھا تھا کہ بس خون نکلنے کی دیر تھی۔ صائمہ نے ایک متابڑ کیا تھا۔ اسی لیے صائمہ ان کی خوراک کا خاص خیال  
نظر را تھہ میں پکھل کر بستی کون کو دیکھا، اور ایک نظر اس کے پر رکھتی تھی جلد ہضم ہونے والی سبزیاں کم آئیں اور برائے نام  
خفت زدہ شرمندہ وجود کو اور ڈسٹ بن میں کون پھینک کر ال منکت برج نکسے ساتھ پکا کے دیتی۔ مرغی کا قیسہ بغیر آئیں اور  
چپ چاپ وہاں سے نکل آئی۔ اس کی حالت اس وقت پیاز وغیرہ کے صرف کالی مرچ کے ساتھ گلا کے دیتی۔ ذات  
قطعاً ایسی نہیں تھی کہ اس سے کسی قسم کی باز پرس یا کو وہ عموماً کشڑا، ساگودانہ یا دلیہ کھایا کر تھیں اس کے باوجود

بہضی اور معدے میں تیزابیت کی شکایت ہو جایا کرتی۔

بہضی نے انہیں پول کروں کے دو چیزوں پلاسے اسپنول کا

چھلکا سادہ پانی کے ساتھ کھلایا۔ اتنے میں ان کے گھنٹوں کا درد جام گیا۔ وہ چپ چاپ آؤ ہواں گھنٹے تک ان کے پاس بیٹھی ان کے گھنٹے دیاتی رہی۔ جبکہ ہلکے ہلکے خراثوں کی آواز گونجا شروع ہوئی تو احتیاط سے بستر سے نیچے اتری۔

ہلکا پیلہ ہاتھ میں پکڑی، دبے پیر چلتے ہوئے لائٹ آف کی اور ڈریٹے ڈریٹے دروازہ گھولوا کہ کمیں پھر سے آنکھ کیں بھی سنھالنا پڑ جائے۔ ایک ایک سیڑھی چڑھتے ہوئے وہ سلسل ان کے کمرے کے بند دروازے کی طرف دیکھتی کہتے

"اس عمر میں نیند کم آتی ہے اور وہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی جگائے رکھنے کے شوق میں خواہ نخواہ دروانے بیٹھ جاتی ہیں۔ اگر مجھے روزانہ کمی کی گھنٹے ان کے پیچ کی پیٹ سے جڑ کے ان کی کمر، شانے، گھنٹے دبا دیں تو پھر یہ دوائیں کا ذہیر کس لے؟ اتنے منٹے اور قابل ڈاکٹروں کے علاج کے بعد بھی یہ درد کم نہیں ہوتا کیا؟ بات صرف اتنی نہ کھل جائے اور پھر کمی نیند ہے جائے کی وجہ سے سر کا درد بھی سنھالنا پڑ جائے۔ ایک ایک سیڑھی چڑھتے ہوئے وہ باندھ کے رکھ دیتی ہیں۔ انہیں اتنا خیال تو کرنا چاہیے کہتے"

وہ دل ہی دل میں سو سو گلے کرتی کہوئیں بدلتی رہی۔

اس نے باقاعدہ شکر اپنی ادا کیا کہ کم از کم بارہ بجے تو اس کو ساری بیٹھیں کیوں نہ اب سے گلے شکوے کے لیے یہی وقت ملتا تھا چھٹی ملی مگر اندر جاتے ہی اس کا لگنی خاکہ پڑ گیا جبکہ بیجے ہوئے۔ اور یہی لگنی دل۔ اندر ہی اندر کڑھنے کے باوجود پریکوٹ رکھے، مزل کو بے خوبی پکڑتے پایا۔ وہ دھپ سے اگلے روز وہ اسی طرح پکڑتی ہوئی چھٹی کی خدمت میں پیدا ہوئی لیکن وہ شاید گھر میں نیند میں جا چکا تھا، ہلکی ہی اوں گھٹ جت جاتی۔ وہ ایسی ہی تھی۔ تو کچھ کمیت کرنے والی، ہوتی تو شاید اس طرح بیٹھ لئے پریکوٹ کے انٹھ جاتا۔ صنانکہ سب کا خیال رکھنے والی اور دل میں یہ خواہش رکھنے والی کہ نے رکوٹ اٹھا کر دھڑکا دھڑکا چھٹی کے سامنے اس کا خیال پڑ کر کھل جائے۔ پڑ کر اس نے اس کا خیال پڑ کر وقت اور تھوڑا سا اونچا کیا مگر کوئی فائدہ نہیں۔ پڑ کر اس نے اس کے ساتھ سنا ہوئے اس کے اندر کی یہ آنکھ ممنا بھی روز بروز دی آف کیا اور پیلہ پنور زور سے گھٹیتی واش روم گئی۔ بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

دروازہ ڈھرم سے بند ہوا اور ٹھکر کر دھماکے سے پانچ ہفت بعد کھلا۔ ڈریں چھٹی کرنے کے بعد وہ رہیں گے کے آگے کھڑی میں مزل نے اپنی کھنچ میرج میں رکھ دیتے ہوئے اس کی اونچی کھنچ کے ساتھ میں دھشت مزمل کو اتنی بھی کم تلمیزیں تھیں، انہارہ انہیں سال کی تھی۔ لیکن اور کن انکھیوں سے ٹائی رہ جن نیند میں دھشت مزمل کو پیدا ہو گئی تھی، اس کا خیال پڑ کر اسے رکھنے والی اسے امتحان بھی دے رکھے تھے۔ ہاں مخصوص اور سادہ کم سایا اور پھر کوٹ لے کر رخ دوسری ہڑپ کر لیا۔ بہت تھی۔ مزل سے محبت کرنے میں اسے خاصاً وقت لگا۔

چرے پر دو بسراں تکیہ رکھ کر کے ایسے اتنا کہ یہ محبت پیدا ہوتے ہوتے اس کی اوپر تلے دو بیٹیاں "روشن حملے" کا سید بابا بکر لیا۔ تکھہ دیر وہ اسے لب پہنچے پیدا ہو گئیں۔ ایسا نہیں تھا کہ مزل میں کوئی برائی تھی یا کسی دیکھتی رہی پھر آہستہ آہستہ اس کی نظریوں سے غصے کے تھی۔ بس یوں کہئے کہ صائمہ نے اسے بطور شوہر تو نکاح بجائے ہمدردی اور رحم کے جذبات جھلکنے لگے۔

اُن "کس قدر تھک جاتے ہیں مزل، اتنی محنت جو کرتے ہدم" ایک محظوظ کی دیشیت سے اسے پانے میں اپنی جھگٹیں۔ اگر وہ دھنگنی تھنگنی محنت نہ کر لاتے تو آج یہ سب حاصل کی وجہ سے کئی سال لگادیے۔ حالانکہ مزل اس کا فرست ہوتا؟ آرام کا وقت ہی کب لگتا ہے۔ رات کے یہ چند گھنٹے اور اس میں بھی میری مصروفیات۔ پا نہیں کتنی دیر انتظار کرن تھا۔ رکھا چیزاو۔ ابتداء سے ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ بچپن کی ملنگی وغیرہ کا چکر نہیں تھا ورنہ شاید شادی کرنے کے بعد سوئے ہوں گے۔ چھی بھی ناں بن۔" اس سے پہلے دیکھے کچھ کھٹ مٹھے سپنے دل میں یہ جذبات جھ

نے اپنی شادی کی اطلاع بھی دے دی۔ اس کی گورنمنٹ آجئی اور پوچھا کا غصہ... دو بیٹوں کی علیحدگی فانچ کی صورت میں حملہ آور ہوئی۔

(۱) دیہ وہ وقت تھا جب مزمل کو مینہ بکل ریپ کی جانب سے نہیں ملی تھی۔ تب وہ اتفاق ہاپٹل کی فارمیکی میں کام کرنا تھا۔ چار ہزار روپے میں گزارہ مشکل ہی نہیں تھا ملک نما تھا۔ یہ تو غنیمت کہ گھر اپنا تھا۔ کرائے کے جنجنگت سے آزادی تھی مگر اور سو خرچے۔ پچھا نے بیٹوں کے آگے کبھی ہاتھ بیا، یہی تھی مگر اب معدود ری نے مجبور کر دیا۔ مکرم سے اب تک ناراضی چل رہی تھی، مدرس بھی جرمن یوی سے چھپ چھپا کے سال میں ایک دو بار چند ہزار کا ڈرافٹ بھیج رہا تھا۔ ایسے میں مزمل بڑھتی ذمے واریوں سے پریشان ہوا تھا، معاشرے میں دخل اندازی برداشت نہ کر سکی بھی نہیں پیدا کر سکی تھی۔ ایک بیٹی بھی اپنے مل بوتے پریشان سے بیٹا کیسے کیا جائے؟ ایک جوان بھی گھر بیٹھی تھی، پورا کیسے کیا جائے؟ ایک بھی پیٹھی ماہ کی تھی اور دوسرے بیٹے کی آمد تھی، بھائی تعلق توڑے الگ ہو یعنی تھے ایسے بیٹل ٹھاٹھا نے ہست کی۔ اس نے عتمان ڈاڈ بزرگ کی اجازت ہو سمیت گھر سے کام کا کام پڑھنے کا کام پڑھنے کر دیا۔

وہ کسی اسکول میں بھی جا بکری تھی مگر اس کا، اے کارزلٹ شادی کے چوتھے میٹے آیا تھا اور انگلش کی کمپارٹ کا دوبارہ امتحان دینے کا اے موقع نہ مل سکیں بھی دادی تھیں۔ ساپس بھی تھیں اور دادی بھی بھیج تھیں، کیوں انسیں یہ بھول گیا کہ وہ دادی بھی ہیں، صرف ساس میرنک کے طلاء تک کو اچھی طرح پڑھا لیتی تھی۔ اس کے محنت اور لگن کام آئی۔ ایک سال میں ہی اس کے اسٹوڈیس کی تعداد درجن ہے اور ہو گئی، اس نے گھر کے رہتی تھیں۔ بچی سے بھی تعلقات مثالی تونہ تھے البته پچھا نے یوی کو اتنا ضرور کھینچ کے رکھا ہوا تھا کہ وہ دم نہ مار سکتیں اور اول و آخر دادی کی ہی چلتی۔ اپنی بڑی بھوکے ساتھ جو کچھ کرنے کی حرمت تھی وہ انہوں نے پہلے دو سال صائمہ کے ساتھ کر کے پورا کی۔ ہاں دو سال بکونکرہ دو ہی سال بعد وہ فوت ہو گئیں۔ ان دو سالوں میں بنت لائیں، تبدیلیاں آئیں۔ ان کی ایک نند شادی کے بعد وزیر آباد رخصت ہوئی، دوسرا دیور جرمنی چلا گیا اور جاتے ہی اس

دیتے کچھ گھر کا ماحول بھی زیادہ کھلا ڈلا نہیں تھا۔ کنز کا آپس میں میل جوں رسمی سا اور کافی حدود و قیود کا ساتھ لیے ہوئے تھا اور کچھ مزمل ابن سے عمر میں نو دس برس بڑا ہونے کی وجہ سے اسے خاصا بارعب اور سنجیدہ بھی تھا کرتا۔

اپنے میکے میں وہ سب سے چھوٹی تھی، سب سے لاڈی بیٹی اور سب کی چیتی بھن مگر بیاہ کر اس گھر میں سب سے بڑی بھوکی حیثیت سے آئی۔ اس کی اور مزمل کے بھائی مکرم کی شادی ایک ساتھ ہوئی۔ اسے خاندان کی ہونے کی وجہ سے زیادہ پذیرا ای اور اپنا سیت ملی۔ نندوں سے بھی بچپن کی دوستی تھی اور سخت مزاج اصول پرست سے پچا کی ڈانٹ ڈپٹ اور روک ٹوک بھی اس کے لیے خانی پہچانی تھی۔ البته مکرم کی یوی شروع اتنی خوش دل سے سر کی ہے معاشرے میں دخل اندازی برداشت نہ کر سکی بھی نہیں پیدا کر سکی تھی۔ روزہ بھوکے ماتھے پرنا گوارشکنیں دیکھ کے پچا جان اور بھڑک جایا کرتے۔ ایکتا دو ماہ بعد ہی یہ ناگوارشکنیں ترکی بہتر کی جواب بن کر اس کے منہ سے برلنے لگیں۔

پچھا نے ہماری عمر کی اس سے جواب نہیں ساختا، لیکن بھوکے سمت گھر سے کام کا کام پڑھنے کے ساتھ صائمہ اور بھی دب گئی۔ اس کا سارا بچپن ہی پچا کی ڈانٹ کھاتے گزرا تھا، وہ بھر بھی بھو نہیں بلکہ بھتھی کی حیثیت سے ان کی بڑیوی کیلیں لیتی۔ دادی جوابن کی بھی دادی تھیں۔ ساپس بھی تھیں اور دادی بھی بھیج تھیں، کیوں انسیں یہ بھول گیا کہ وہ دادی بھی ہیں، صرف ساس بننا یاد رہا۔ دراصل ان کی اپنی بڑی بھو لیعنی صائمہ کی اسی سے کچھ خاص نہ بنتی تھی اسی لیے چھوٹے چھٹے کے ساتھ رہتی تھیں۔ بچی سے بھی تعلقات مثالی تونہ تھے البته پچھا نے یوی کو اتنا ضرور کھینچ کے رکھا ہوا تھا کہ وہ دم نہ مار سکتیں اور اول و آخر دادی کی ہی چلتی۔ اپنی بڑی بھو کے ساتھ جو کچھ کرنے کی حرمت تھی وہ انہوں نے پہلے دو سال صائمہ کے ساتھ کر کے پورا کی۔ ہاں دو سال بکونکرہ دو ہی سال بعد وہ فوت ہو گئیں۔ ان دو سالوں میں بنت لائیں، تبدیلیاں آئیں۔ ان کی ایک نند شادی کے بعد وزیر آباد رخصت ہوئی، دوسرا دیور جرمنی چلا گیا اور جاتے ہی اس

دن کے وقت محلے کی تین چارالیس لاکیاں بھی آئے تھیں جو پرائیویٹ میرنک کے امتحان دینا چاہتی تھیں۔ ان نہیں زیادہ وقت دینے کی وجہ سے گھر کے زیادہ تر کام کا ج پچھی کو استنبھا لئے پڑتے اور انہوں نے پوری خوش دل سے ذمے داری بھائی۔ وقت کچھ سل ہو گیا۔ ہالہ کے صرف

سو سال بعد خود بھی آئی۔ اس کے محلے ہی سال حمیرا کا رشتہ ملے پاگیا۔

وقت کماں بچتا۔ حمیرا کی شادی کے اگلے سال چچا کی وفات ہو گئی۔

واقعی نہ بھی غم اکیلا آتا ہے، نہ تباخوٹی تھا اُنہیں۔ ابھی حمیرا کے فرض سے بسکدوش ہونے کی ملائزت کو صحیح طریق محسوس نہ کیا تھا کہ چچا کی جدائی نے بذھا کر اور ابھی اس صدے سے سنبھلنے کا بہانہ ڈھونڈا جا رہا تھا کہ مزمل کی نئی ملازمت نے گھر بھر میں خوشی کی لبردواری دکھایا۔ حمیرا کی پڑھائی نیو شنز کی جمع شدہ رقم سے لی، تو ایک اوپر فریج لیا گیا، سیرا نے چھوٹی بھن کے لیے تھنے میں واشنگ مشین اور عروی جوڑا دیا۔ صائمہ چونکہ گھر میں چھوٹی تھی اس لیے جیز میں بھائی، بھایوں، بنوں، بنویوں کے بے نوکری بھی غنیمت تھی مگر وہ ہر وقت بہتر ملازمت کے حصول آئے تھے۔ انہیں نے کافی تکمیل کو رکھ کر اپنے دو کمبل اور دو ریپ رضا یاں حمیرا کے جیز میں رکھنے کے لیے وہ دیں۔ ایک دوسرے تھی، قابليت کے لحاظ سے ایسی ملازمت میں ہی گئی جس کی سلری آغاز سے ہی بوجھوڑو سلری کے لحاظ سے دُنی تھی۔ اب صرف مزمل کو مزید محنت کر کر خود کو مہابت کرنا تھا۔ پرانی کچھ چھی سے نہ بجور رکھا تھا۔ یوں سب انتظامات کرنے کے اس کی شادی پری طے کر دی گئی۔

Hamira ki Shadi ko kaise bina musamman koshish karne ka kام زمانہ میں میڈیا کل رب مشکل لگنے لگا۔ نیچے بہت زیادہ تھلا دیں اسے فارما سو ایک بھن میں میڈیا کل رب

صلح جو مزمل نے بغیر جنگے مکان پہنچا۔ اندرون شہر میں لگتے ہیں اور اب بچیاں اچھوٹوں جانے کی ہجڑی میں تھیں، اخراجات میں بزید اضافہ ہونے والا تھا جبکہ پہلے ہی بچا کی پیاری کی وجہ سے اور اب تو بچی بھی تھیں، میں رہتی ہیں۔ دادی مرتبے بھوکو دمہ لگا ہی گئیں۔ گھر کے کوپس انداز کرنے کی پوزیشن میں تھیں۔ ان کے حصے میں سب کام ان اکیلی سے نہ نہیں، صائمہ اور مصروف ہو گئی۔ آئے ساڑھے تین لاکھ میں سے دو لاکھ اس نے ایڈا اس صبح اٹھتے ہی سارے گھر کی صفائی، نسخی بچیوں کا تنہجھانا، بچا کا پرہیزی کھانا بناتا۔ گیارہ بجے جب وہ میرک کی طالبات کو پڑھاتی تب چھی دوپہر کا کھانا بنادیتیں بعد میں وہ آٹا گوندھ کے روٹیاں پکاتی۔ برتن دھونے کے بعد دوپہر اور کسی نہ کسی مصروفیت میں گزر جاتی، کبھی جمع شدہ پکڑے دھونے ہوتے، کبھی بہلائی مشین رکھ لیتی۔ چار بجے نیو شنس کے لیے آتا شروع ہو جاتے اور سات بجے تک یہی سلسلہ جاری رہتا۔ سات بجے ہی مزمل کے آنے کا وقت ہوتا، کھانا، بچا کی ماش، چھی کو دبانا، بچیوں کو بھلانا۔ ایسے میں اپنے لے ایکس بھی خریدی۔

ال جہاں بننے کے بعد اسی پرانے محلے میں ایک پورشن کرائے پر لے کر وہ رہنے لگے۔ صائمہ ابھی یہ علاقہ صرف اپنی نیو شنز کی وجہ سے نہیں چھوڑتا چاہتی تھی۔ گھر کے تمام

صائمہ نے حمیرا کے نیو شنز کے پیے ہی شہ المک رکھے۔ تھے چھی نے مزمل کی شادی پر ہی اپنا سارا زیور تزویہ اتنا اور دونوں بیٹیوں کے لیے ایک ایک ٹلانی سیٹ اور تینوں بسوں کے لیے دو دو سکن بنو کر رکھ لیے۔ تیسرا بھوکے نصیب کا سکن بھی حمیرا کو ملا، سیٹ بھی ایک پڑھی اکتفا کر لیا اور ریٹھوں نے فرست ڈویشن میں ایم ایس نی کرو کھا تھا، سفارش تو اس نے معمولی کمپاؤنڈر کی ملازمت کرنے میں بھی عارز جانی، ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے تو یہ چار ہزار کی نوکری بھی غنیمت تھی مگر وہ ہر وقت بہتر ملازمت کے حصول آئے تھے۔ انہیں نے کافی تکمیل کو رکھ دی، دو کمبل اور دو ریپ رضا یاں حمیرا کے جیز میں رکھنے کے لیے وہ دیں۔ ایک دوسرے تھی، قابليت کے لحاظ سے ایسی ملازمت میں ہی گئی جس کی سلری آغاز سے ہی بوجھوڑو سلری کے لحاظ سے دُنی تھی۔ اسی وجہ سے اب صرف مزمل کو مزید محنت کر کر خود کو مہابت کرنا تھا۔ باقی کچھ چھی سے نہ بجور رکھا تھا۔ یوں سب انتظامات کرنے کے اس کی شادی پری طے کر دی گئی۔

Hamira ki Shadi ko kaise bina musamman koshish karne ka kام زمانہ میں میڈیا کل رب مشکل لگنے لگا۔ نیچے بہت زیادہ تھلا دیں اسے فارما سو ایک بھن میں میڈیا کل رب صائمہ نہ چاہتا کہ ان کی تعداد کم کرے، پیسے آتے کے برے بچیوں جانے کی ہجڑی میں تھیں، اخراجات میں بزید اضافہ ہونے والا تھا جبکہ پہلے ہی بچا کی پیاری کی وجہ سے اور اب تو بچی بھی تھیں، میں رہتی ہیں۔ دادی مرتبے مرتے بھوکو دمہ لگا ہی گئیں۔ گھر کے سب کام ان اکیلی سے نہ نہیں، صائمہ اور مصروف ہو گئی۔

صحیح اٹھتے ہی سارے گھر کی صفائی، نسخی بچیوں کا تنہجھانا، بچا کو رہیزی کھانا بناتا۔ گیارہ بجے جب وہ میرک کی طالبات کو پڑھاتی تب چھی دوپہر کا کھانا بنادیتیں بعد میں وہ آٹا گوندھ کے روٹیاں پکاتی۔ برتن دھونے کے بعد دوپہر اور کسی نہ کسی مصروفیت میں گزر جاتی، کبھی جمع شدہ پکڑے دھونے ہوتے، کبھی بہلائی مشین رکھ لیتی۔ چار بجے نیو شنس کے لیے آتا شروع ہو جاتے اور سات بجے تک یہی سلسلہ جاری رہتا۔ سات بجے ہی مزمل کے آنے کا وقت ہوتا، کھانا، بچا کی ماش، چھی کو دبانا، بچیوں کو بھلانا۔ ایسے میں اپنے لے

زیادت مزمل کی تباہ ہے جو آسانی پورے ہو رہے ہے تھے۔  
نہ انی امنی میں سے پلاٹ کی اقتاط دے کر کمپیش کے  
بے عین رہنمہ کال ہی تھی۔ اور ہر پلاٹ ان کے نام مغلیل ہوا،  
جس کی دولاکہ کی کمپیش تھی۔ ہاؤس فناں نے قرضہ  
فریانہ کی دولاکہ کی تعمیر شروع کر دی۔

مگر مزمل نے اللہ کا نام لیا اور مکان کی تعمیر شروع کر دی۔  
لے کر مزمل نے اقتاط ادا ہوتی رہیں، دیے ہی قرضے کی  
بس لمحہ پلاٹ کی اقتاط ادا ہوتی رہیں گی۔ یہ سوچ کر اس نے اس کام میں  
انعام بھی ادا ہو جائیں گی۔  
مگر تعمیر کے اخراجات کے لیے اس نے بچ دی اسی کام میں  
کم کی تعمیر کے اخراجات کے لیے اس نے بچ دی اسی کام میں  
کمی نے خود سیا کر دی۔ سیلری بھی پندرہ ہزار ہو چکی تھی  
اور یوں ایک صبر آزماجد و جہد کے بعد صائمہ بالآخر اس گھر  
میں اپنی بیٹی کی بنیادوں میں مزمل کے خون کے ساتھ ساتھ  
اس کا اپنا پیشہ بھی شامل تھا۔

وہ دو سال جوانوں نے ایک شنگ و تاریک پورشن  
میں گزار پڑا، کہیں اوقیت بخی کرم کے تھیں اگرچہ ان کا اپنا  
میں گزار پڑا، کہیں اوقیت بخی کرم اپنا تو تھا۔

ہر چنان بھی کوئی بست برائے تھا مگر کم از کم اپنا تو تھا۔  
لیکن وہ لوگ چھٹ پر چار پایاں بچھا کے سولتے تھے کہ کرم تو

نما در سرے میں پیشی، ٹرنک اور دیگر سامان کے ساتھ دو اور  
پنک ٹرنک کے تھے جن پر چھی اور حمیرا سمیرا سویا کرتے تھے پہچا

رات کو تیز بے کمر ہے جو ڈرالہ نگستہ در دھم کے طور پر استعمال  
ہوتا تھا اس میں چار پائی بچھا لیتے۔ سمیرا اور حمیرا کی شادیوں

اور چھپا کی وفات کے بعد یہ پانچ مرلے کا مکان بھی انہیں  
کھلا کھلا محسوس ہونے لگا۔ اپنے میں اس ڈیڑھ کمرے

والے مکان میں گزارہ سزا ہی تو تھی اپنے پڑھنے آتے تو  
اپکے در سرے کے اوپر پیشے ہوتے۔

اس نے گھر کا نقشہ مزمل نے صائمہ کی پندرے  
بنا یا۔ سائز میں سات مرلے کے ڈبل اسٹوری گھر میں مختصر

سالان برآمدہ اور کار پورچ بھی تھا۔ برآمدہ اس نے گملوں  
سے بجا رکھا تھا۔ چھوٹے سے لان کی کیا زیوں میں موچیے تھے اس

کتاب اور نیچی پلانٹ بھاریں دکھا رہے تھے۔ شے لاؤنچ  
کن اور ڈرائیکٹ ڈائیکٹ کے علاوہ دو بیڈ رو مز تھے۔ ایک

چھپا کے لئے دو سراہالہ اور خولہ کے لئے سیٹ کر دیا۔ اور  
والے پورشن میں اسٹڈی اور اسٹور روم کے علاوہ دو بیڈ

مارکیٹ جاتا ہوتا تو وہ جلی جاتی اور نہ رہتا تو اسے کہ مزمل کے آنے کے بعد اسی کے ساتھ نہ نہ لائے کر کے بعد مزمل خود ہی ڈرائیور کرنا اور یہ مانگنا کرنے کا خواہش تھی۔ اس بھانے اسے مزمل کے راستوں پر وقت ایکیلے گزارنے کا موقع مل جاتا۔ جس کی اب اس زیادہ ہی ضرورت محسوس ہی نے فلی تھی۔

زندگی کی الجھنوں نے کچھ اس طرح سے پہنچا کہ ان لھافتوں کی طرف دھیان تھی کم کم یہاں تک کہ بھی تو وقت کی کمی یا ذمے داریوں کے بوجھتے کہا تو اپس پہنچ آیا۔ اب جب بوجھ ڈرائیور کو سے نہ ملے رفتار ڈرائیور اور سبک ہوئی تو شادی کے دسویں بھروسے صائمہ کے دل میں وہ الیے الیے سے جذبات انداز لگئے جو شادی کے پہلے برس پیدا ہونے چاہئے تھے۔ اس نے شادی کا ابتدائی دور بالکل ہی روکھا پھیکا گزارہ۔

بس شاید ایسے موقع تھی نہیں مل سکے۔ شادی کے فوراً بعد ڈرائیور اس کی بیوی کی طرف سے پیدا ہونے اس کی طرف سے توانی کا وہ ڈرائیور ام بالکل ہی اور اس کو کوئی جو چیز پر بھی سمجھا پا سنا تھا اس اگر وہ کبھی کھوئے نکلے بھی تو دیکھوں کا دھواں چھانٹئے ہوئے پار کول میں بھنے پنے کھاتے ہوئے ڈرائیور اور اس کی بھوٹی اسی ہوئے۔ شادی کے پہلے دو تین مہینوں میں کی کمی اسی تھیں ایکسا کھوڑ لیا تو گود میں بیٹھی خولہ اور آگے کھڑی ہالہ کی مسلسل بھتی میں میں اور ریس ریس نے تفریق کا کوئی مزہ نہ لینے دیا۔ بعد کے پانچ چھ سال ایسی بھاگ ڈرائیور کی تھیں اور سخت مشقت میں گزر لے کہ زہن تو کیا لے سے بھی اس کی طرف خیالات کا گزر تک نہ ہوا۔ بس زندگی گزر رہی تھی۔ حقوق و فرائض کے سب باب اسے جاری ہے تھے۔

اب کبھی کبھی شدت پرے اس کا جی چاہتا، ایک بھی اسی سفان سرک ہوئے تھے رفتاری سے چلتی کار ہو اسی کی خواب ناک فضا میں مدد ہم موسيقی گونج رہی ہو دھیمے لمحے میں ریشمی باتیں کرتا مزمل ہوا اور اس کے

روز منہج، بڑا والا اس نے اپنے لیے منتخب کیا۔ دوسرا جیت روم کے لیے سیت کردا۔ اگرچہ پہلے کے مقابلے میں آبادی بڑھنے تھی پھر بھی مر رونق علاقوں والائی چیل پہل مفقود تھی۔ اسکوں بھی تھا تو ڈرائیور کی سس پر مگر اکیلی پچھاں سفان رہتے ہے آنکھ تھیں۔ ویسے بھی کم رونق علاقوں میں ذکیرتی وغیرہ کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ وہ لوگ ہیش پلے ہی مزمل نے ملازمین کا بندوبست کر لیا۔

اس کی فرم کا پرانا پھمان چوکیدار اپنے بیٹے کی مازمت کے لیے اس کے پاس آیا تھا۔ مزمل نے کچھ سوچ کر اسے اپنے گھر میں تھی مازمت دے دی۔ اس کی فیضی نویلی دلمن بھی ساتھ تھی، اسے گھر کے کام کا نیک ہر کام سے رکھ لیا گیا۔ بوڑھا باپ فرم کی جانب سے دیے گئے کوارٹ میں رہتا تھا، جہاں وہ رہائش کو چوکیداری کرتا اور دن کو افسروں کے چھوٹے موڑے کام نہ نہیں تھا۔ جب بیٹا اور بھوونوں اس گھر میں چلے گئے تو میں نے اپنی بیمار بیوی کی کشمکشی ساتھ ہی رہنے بھیج رکھ لیا ہر ہر بھی وہ رات کو دیکھی انجام دیتا یا اس کی خبر گیری کرتا۔ مزمل کے پاس کوئی کنالوں پر پھیل کوئی تھی تو نہیں تھی جس بھی الگ سے کوارٹ بنائے جاتے۔

اوپر کھلی چھت پر اس نے جلدی سمجھے ایک ڈرائیور کیا، لوہے کی بنی بنی سیر چھیان چھپلی اور طرف سے لٹوا لیں جو کمی تھی اسے کارنے کا رستہ الگ کرتی تھی۔ یوں ایک کمرے اور ایک باٹھ روم پر مشتمل سردنٹ کو اپر گھر کی سب سے اوپر والی منزل پر تیار ہو گیا۔ صائمہ کو خاصی سہولت ہو گئی۔ روح افزا کم عمر اور محنتی لڑکی تھی۔ چوری چکاری کی عادت تھی نہ کام چوری کی۔ بسم اللہ جان بھی اپنے کام سے کام اسی رکھنے والا بندہ تھا۔ اسے ڈرائیور آتی تھی، مزمل نے گاڑی گھر پچھوڑنے کا فیصلہ کیا اسکے بھیوں کو اسکوں سے لانے لے جانے اور اماں کو ڈاکٹر کے پاس درکھانے میں کوئی پر ایتم نہ ہو۔ بسم اللہ تھی اسے آفس پچھوڑ کے آتا بھیوں کو اسکوں پچھوڑتا پھر ڈاپن لانے کے بعد صائمہ کا تیار کردہ لچ باکس مزمل کو پہنچانے جاتا، صائمہ کو اگر ضروری کام سے

پایاں پائے پائے پائے پائے

بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی

## UrduPhoto.com

میں جیعتیں جیں تو اس کے سلسلہ کام کرنے کا  
کے بھانے مزمل کے ساتھ پندرہ بجے چاہے کوئی  
اس میں بھی صاحبوں کویاں زبردستی شاہی نہیں۔  
گھر و پیس آجھے کے بعد چھی گھر اس کی خود دی  
آن کے پاس ذریعہ گھنٹا گزار کے رکھ رکھے تو  
آئی تو مزمل سوچ کا تھا۔ اسے اگلے بن کا انفار کرنے  
ایک اور بھاگتے دوڑتے دن کا جس میں اپنے چند  
گھنٹاں نکالنے کا وہ سوچتی ہی رہ جایا کرتی۔

**0\*0**

لکھنؤلی ہم بیٹھتے تھے کے نیچے چھٹے راستے روؤاد  
بھی ہو گئی اور جب تک اس کی شادی شدہ زندگی کا پلا  
سادون آیا تب وہ الی اور اچھار کے چٹھارے لئی پھرتی  
تھی۔ گرمیوں میں وہ سب چھت اور گھن میں  
چارپائیاں بچھاتے گر بر سات کی را توں اپنی کھلے آسمان  
کے نیچے سونے سے لاحڑا کیا جاتا اور جسیں بھولتے لی  
کرے میں پسے بناتے ہوئے اس موسم کی ساری  
راشکی بیکار ہی گزریں۔ بعد میں بھی کئی برسائیں



لے دپنے کا تپو مرڈتی سامنے آکھڑی ہوئی۔ کھانا ہمیشہ مائدہ خود ہی پکاتی تھی۔ روح افزا کچن کے کاموں میں صرف بزری پھملنے کا نہ ہوئے آٹا گوندھنے اور سلاو ہمی بنا نے تک ہی مدد کرتی تھی۔ ایک بار گرمی کی وجہ نوب کل۔ روس افزا نے اپنے مخصوص پٹھانی انداز کی مولیٰ موٹی چوڑی چوڑی روٹیاں پکانے کا کہہ دیا اور بعد میں نے اسے روٹیاں پکانے کا کہہ دیا اور بعد میں تو کل۔ روس افزا نے اپنے مخصوص پٹھانی انداز کی مولیٰ موٹی چوڑی چوڑی روٹیاں تھوپ کر سامنے لایا۔

لاریں۔ ہمکو شست و اپس فریزر میں رکھ دو اور قبیلے کا پیکٹ نکال دو۔ صرف مزل کو بھینخ کے لیے اس میں آلوڈال رینی ہوں، ہالہ اور جولہ کل سے آلوکی میں والی ٹکیوں کی فراش کر رہی ہیں۔ ہاتھ میں کل رات کے دال چاول ہو جائیں گے۔ ہال پچی کے لیے لوکل کی بھجمانی ہے وہ چھیل کے رکھ دو۔ آلو بھی اپنے پکانے کے لیے رکھ دینا میں بس ابھی آتی ہوں۔“

## Urdu Notes

جب پھول بگیا میں آئیں گے  
جب پچھی سُر میں گلائیں گے  
”وہ بی بی... وہ سُر تدموں سے کچن تک ۱۰ رجیب یارِ گھر کے آئیں گے  
جانی پھر سے پھی اور پھی کرنے کی تمہید باندھی۔

شاعرہ، عظیمی آفاق سعید

صائمہ شیخ، پنجاب

بھی اے، ام بھی اے، اما را بے بھی اے۔ تمہارا بڑا مہربانی ہوئے گا لی لی اگر تم صاب سے بول کر اماری جگہ... چلو دوسرا کمزرانہ سی، اس کمرے کے آگے ذرا سا پچھت ہی پکا کراؤ، ام ناث اور بانس کی دیوار بنائے گا۔ لی لی اتنا گھری اے اور امارے کمرے میں چولھا رکھنے کی جگہ بھی نہیں اگر رکھ بھی لو تو اور گرمی ہوت تھوڑا اے لی لی۔ ایک ہی کمرے میں اما راسامان ہو جائے گا۔ ام اور کیا پکا ور آندھے (برآمدے) میں

”وہ کیا ہے بی بی کہ یہ بات ام نہیں کرتا، اما را خان کرنے کو بولتا ہے اس نے صاب سے جھی یہ بات لکا۔ مگر صاب نے فوراً منع کر دیا۔ اس لیے اب امارے خان نے بولا، روح افزا تم یہ بات اپنا لیں لی کو بولو، بی بی کا لل بوت اچھا، بوت بڑا اور صاب بی بی کا بات بھی مانتی ہے اس لیے ام تم سے یہ درکھاست (درخواست) اکھرتا ہے۔“

”اب بولو بھی۔“

”لی لی، صاب نے ام کو جب یہ نوکری دی تو بولا تم کو رہنے کی جگہ دے گا اور جگہ بھی دی لی لی... مگر جگہ ہت تھوڑا اے لی لی۔ ایک ہی کمرے میں اما راسامان

چوہمار کھے لے گا، ایک سمجھی باہر رکھ دے گا، ذرا کمرے میں مجکہ کھلا ہو جائے گا لی بی۔“

”تمہارے صاحب نے بسم اللہ جان کو کیا کیا؟“ ”بولا تو ہے منع کر دیا۔ خالی جھٹ پر بھی صاب نہیں مانی۔“

”ظاہر ہے اب وہ گھر کے اوپر جھلکی ڈالنے کی اجازت تو نہیں دے سکتے۔ دور سے تھی تمہارے رنگ برلنے نات اور سرکندوں کی دیواریں سارے گھر کی الگیں خراب کریں۔“ این نے بھی ناگواری سے تاک چڑھائی۔

”ام تو بی بی، تمہارا آسانی کے لیے بولا۔ نہیں تو

پھر کراو سرا بنوادو۔“

”واہا۔“ وہ جملہ کے زہ گئی ”کرا بنانا آسان کام“ ہے کیا۔ تم جانتی تو ہو کہ یہ گھر تھہناڑے صاحب نے قرضہ لے کر بنایا ہے جسکے لیے اس کا قرضہ اترنے میں کافی سال لگیں گے اور تمہارے لیے دوسرا کمرا بنواتے پھر کریں۔ یہ بات بھول جاؤ، اگر ہو سکتا ہے تو گزارہ کرو، نہیں تو پھر بیز۔“

”نه بی بی، ایسا سخت بولو۔“ وہ روز کی ”بڑی مشکلوں سے یہ تو گھری ملا امارے خان کو۔ وہ بڑی اچھی ڈر در (ڈرائیور) ہے۔“

”صلب لوگ بوت خزانہ ہوتی۔“ وہ الگیں واسطے ہر نو گھری الگیں چھوڑ دیتی۔ یہ تو بابا جنے قسم کھا کے بتایا کہ یہ صاحب بوت شریف آدی اے اسی لیے امارا خان، ہمیں اور رکھنے واسطے تیار ہوئی اور تم لوگ واقعی شریف ہو،

”صلب بھی بوت اچھی، اسی لیے خان ابھی تک نوکری کرتی دوڑنے تو نوکری وہ اتنی واسطے چھوڑا کہ اور کے ال صاب ام پر بڑی نظر دالتی۔“

”تو ٹھک ہے پھر میری دوسری بات مان لو، گزارہ کرلو۔ تم لوگ ہو ہی کتنے؟ اور چوہمار رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔“ تمہارا تین وقت کا کھانا اور ہرے نے جاتا ہے۔ میں نے کبھی وقت لے وقت چائے وغیرہ سے بھی نہیں روکا پھر کیا مسئلہ ہے۔“

”ابھی گرمی ہے نال بی بی، جب سردی آئے گا تب

amarابے بے کو گھری گھری چائے چائے ہے اما را را اسنا۔  
استا شھنڈ میں نکے نیچے اترے گا؟“ اس سوال اس اس  
گھر تھا منے پر مجبور کر دیا ”اور نکل کو اما را پرچھ بھی  
رہو گا، اس کو اس کے واسطے کچھ پکانا پڑے گا، اس کی را را  
کو دوڑھ کرم کرنا پڑے گا۔“

”جو بھی ہے روح افزا، ہم لوگ اس وقت اس وقت اس  
خرچے کے متھمل نہیں ہو سکتے، کم از کم چاں مانو  
ہزار کا خرچہ ہے۔ میں تو مزل نے اس بارے میں مانو  
شکت نہیں کر سکتی، کوئی فائدہ جو نہیں کیونکہ میں جانتی  
ہوں ان کے پاس ایک فال تو پیسہ تک نہیں۔ تم لا نوں کو  
بھی مستقل ملازمت ہم نے ضرور تایا مجبوری کے تحت  
دی ہے ورنہ ہم لوگ دوڑھ کل وقتو ملازم افزا نہیں  
کر سکتے۔“ مزل اس جاپ کے بعد ایک اور ڈاکٹر کے  
پاس بھی شاخہ کا وقت گزارنے لگے ہیں مگر انہیں  
آخر اجات کے لیے مزید آمدی پیدا ہو سکے۔ ایسے میں  
تمہاری یہ بے وقت کی رائی شاکر میں انسیں یزدگار نہیں  
کر سکتا جاہتی، ایسا نہ ہو تک اُنکے تمہیں فارغ کرنے کا  
ہوئے چرے کے ساتھ چپ چاپ پکن کی جانب چل  
گئی۔

”مما، روح افزا کیا کہہ رہی تھی؟“ خولہ نے پاس  
ٹھانے ہوئے پوچھا۔

”مما،“ پچھے نہیں، تمہارے مطلب کی بات نہیں۔“

”مما،“ اس کا نام روح افزا کیوں ہے؟ جام ٹیک  
کیوں نہیں؟“

”ان لوگوں کے نام ایسے ہی ہوتے ہیں۔“ اس

”کس لوگوں کے؟ یو میں نوکروں کے مگر پھر کیا  
صفائی والی کا نام تو ماسی نذریاں ہے اور میری فرند کیا  
کا نام نچھی اور ماسی کا نام... پتا نہیں مگر ایسا ہی تھا۔“

”بھی یہ پھان ہیں اور وہ بھی پھاڑوں کے رہے  
واہے۔“ ان علاقوں کے لوگ کوئی بھی جانا پچانا نام اپنی  
اولاد کو دے دیتے ہیں۔ چاہے اس کا مطلب جانے  
ہوں یا نہیں۔ روح افزا کا مطلب تو پھر بھی بہت خوب

جواب

اک شخص نے پچھے سے پوچھا۔ "تمنے ایسی تھیں کہ میں کہاں سے پاؤں؟"

پچھے۔ "بیل ایسے چہرے کے ساتھی آئی تھیں۔"

ناہید اعوان، پشاور

سروت ہے۔ ضروری نہیں کہ یہ شہرت کا نام ہے تو  
بلکہ شہرت ہی ہوگا۔ اس کا مطلب ہے روح  
و سکون پہنچانے والی ہے۔ "لارا ٹالار" کے  
"کون سی رہت ہے... وہ ہمار جسموں زوالی؟" خولہ کے  
ایک اور سوال نے اسے سر تھانے پر مجبور کر دیا۔

"ایسی لیے میں تمہاری اوپنگی بونگی کے جواب نہیں

دیں۔ ایک لارا ٹالار کے جواب کے بعد تم دس اور سوال

پیش کر دیتی ہو۔ چلو اپنے کرکے میں میں

"صائمہ... صائمہ...!" اسے ایک سوچ کر کرے میں

بینے کے بعد وہ کچن کی طرف جانا چاہتی تھی کہ چمی کی

رازے لے رہا کے لیا۔

"جی چمی۔" لارا ٹالار

"کہاں ہو تم؟ دو کھنڈی میں پاس بیٹھھا ہے

کرو۔ منج سے اکیلی کرے میں پڑی ہو چکی۔

"میں تو چمی جان... اسے کھانا بنانے کا وقت ہو رہا

ہے۔" اس نے کھڑکی نظر ڈالتے ہوئے متذبذب کیا۔

"اب کھانا بنائیں۔" لارا ٹالار

نہیں۔ میں نے تو کہ سے تمہاری شکل تک سیں

"کچھ کام تھا۔" لارا ٹالار

"کیا کام؟ کہرے وہ پختانی و حوتی کیا تھی؟ استر کیا تھی؟" میں ہمیں جھی جاونے بیٹھھے سے برداشت نہیں ہوئی۔

کرتی ہے، برتن، جھاڑو، ناکی سب تو اس نے کرنا ہوتا

ہے تھیں کیا کام ہوتا ہے جو بڑھی ساس کے پاس چند

منٹ گزارنے کا وقت نہیں ملتا۔" ان کی سخت جریحہ

پر صائمہ کا مود آف ہو گیا۔ One

"درائیک روڈ کی ڈسٹنگ کر رہی تھی، کشن کورن

اور پردے چینچ کے ہیں اور مزل کے کہرے پر لیں

کرنے تھے، پہلے بھی بتایا تھا، آپ کو کہ روح افزائی کو

مردانہ کہرے استر کی نہیں کرے تھا، مزل کے کلف

والے شلوار سوٹ اور پینٹ کی کریز نہیں بنتی تو وہ غصہ

کرتے ہیں۔" اس نے روٹھے انداز میں کہا۔ اس کے

لہجے کی خشکی، شاید چمی کو بھی محسوس ہوئی اس لیے سردو

او بھر کے لئے نکلے ہیں کے لیے تیج نکال کر دانے گرانے

٥٠

"یہ کھر میوں کی چھیاں بھی یونہی بیکار گئیں۔ ہمیشہ

ایک حضرت اسی رہ جاتی ہے کہ ہم بھی بھی ان تعطیلات

کا کم از کم ایک ہفتہ مری یا سوات وغیرہ میں گزاریں۔"

"ایک اور حضرت یہ۔" مزل زیر لب بڑا بیا پھر

انہیں کے گھورنے پر مسکرا کے کھنے لگا۔

وہ چلو پر امس، انشاء اللہ امگلے سال ضرور جائیں

گے۔" "بس بھی کیجئے۔ کب تک بہلاتے رہیں گے۔"

اس نے وہ دو اجھت پنج کے بینڈ پر دے مارا جس کی بے

AUGUST 2003 OPAKEEZA

تحاکہ بھائی جان نے خود دعوت دی ہے کہ انہوں نے پورا مکان کرائے پر لیا ہے، ہم اگر رہ سکتے تو میں کل چلی بھی سمجھیں۔ آپ خود سوچیں، کسی پاپاڑی کی عناء پر جا کر رہنے کا سب سے بڑا خرچہ تو ہو ملے یا تو ہاؤس کا کرایہ ہوتا ہے۔ جب اس کا کوئی مسئلہ نہیں پھریا قیارہ جاتا ہے۔“

”میں پورے ایک سفہتے کی چھٹی نہیں لے سکتا۔“ میرے کام کا حرج ہو گا اور ہاشمی صاحب کے لیے بڑے میں ڈیلی کپے منٹ کے حساب سے کام کرتا ہوں۔“ آپ اس دیک اینڈ پرہمیں چھوڑ آئیں، مثلاً کی چھٹی سے تو کوئی حرج نہیں ہو گا مال؟ بھائی جان تو نہیں کہ پہلے تک رہیں۔ باجی کی فیملی نے جلدی آتا ہے تو وہ بہانے تھے اب یہ بہانہ ہے کہ گھر کی تعمیر کے لیے میں بن رات مخت کر رہا یا صائمہ تھا تم جان بوجھ کر انجان کیوں بن رہی ہو۔“ وہ زیج ہو گیا۔“ کیوں نہیں بات بھول رہی ہو کہ ہماری اخراجات بھی خرچے بڑھ جیکے ہیں۔ ہالہ اور خوبی کے نئے اسکوں کی فیصلی پہلے اپنے ذکری ہے۔ تین ہزار روپیہ، بھی شامل ہیں۔ تم انہیں ایک سفہتے کے لیے اس طرح یہ دونوں ملازم ہیں۔“ اس کے علاوہ جو معاشر تھے پہلی ہر ماہ اتنی ہی رقم ملک جاتی ہے پہنچنے کے لیے اپنے فراموش کر کے ہزار سے دو ہزار تک ہے۔ ایسے میں بھلی، پائی، فون دیغروں کے مل نکلنے کے بعد ہمیرے پاس پچائیں کیا ہے؟“ میں انہیں بھول نہیں مزمل۔“ وہ عجیب طرح اے مسکرائی۔“ میں تمہارے منہ سے سننا چاہتی تھی ہاؤس فناں والا کی قسط ادا کر رہے کی خاطر ہی تو میں شام کے قسم گھٹے ڈاکٹر ہاشمی کے پائیویٹ ٹینک میں گزارتا ہوں۔ ان کی فارمی سنبھالتا ہوں۔ بس ایک دو سال.... یہ ذرا سا وقت کٹھن ہے، اگر زیادے پھر انشاء اللہ ہم اپنی ہر خواہش بنیں۔“

”آپ نے پہلے بھی کئی بار کہا ہے کہ بس یہ وقت گزر جائے اور وقت گزرنے کے بعد ایک اور نیا بہانہ تیار ہوتا ہے۔“ اس نے بات کاٹی۔

”وہ پھر وہی بات یہ ہے بہانہ یہ بہانہ ہے ایسا دادی اور ابا کی وفات بہانہ تھی؟“ ازرم مزاج مزمل نہ چاہتے۔“ لگی مگر مزمل کو اس کی کلکوں پر لگے آنسو نظر آگئے۔ وہ یہشہ کی طرح نرم پڑ گیا اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کے متوجہ کرنے کی کوشش کی۔

مقصد ورق گردانی وہ پچھلے پندرہ منٹ سے کر رہی تھی۔“ درستہ ذہن میں تو کھلبی سی تمحی ہوئی تھی جب سے یہ پتا چلا تھا کہ بھائی جان اپنی فیملی کے ساتھ سو سو سو کے ہیں اور ان کے پچھے اب باجی بھی فیملی لے کر جا رہی تھیں کیونکہ بھائی جان نے ہو مل دیغروں میں ٹھہرنا کے بجائے ایک مینے کے لیے ایک مکان کرائے پر لیا تھا۔“

”ہر بار کوئی نہ کوئی بہانہ۔ کبھی دادی کی وفات، کبھی میرا کی شادی، کبھی خمیرا کی منکنی، کبھی چھاٹی، معدوری، کبھی ملازمت کا نیا ہونا اور کبھی... اب کیا بہانہ بنائیں گے آپ۔ آخر کب ان بہانوں سے نجات ملے گی۔“

”ویکھو صائمہ...“ وہ اس کی تلخی پر سجدہ ہو گیا۔“ اس کے لیے میں بن رات مخت کر رہا ہو۔ نئے ماحول کے تقاضوں کے مقابلہ ہمارے گھر میں اخراجات بھی خرچے بڑھ جیکے ہیں۔ ہالہ اور خوبی کے نئے اسکوں کی فیصلی پہلے اپنے ذکری ہے۔ تین ہزار روپیہ، بھی شامل ہیں۔“ اس کے لیے اپنے پہنچنے کے علاوہ جو معاشر تھے پہلی ہزار سے دو ہزار تک ہے۔ ایسے میں بھلی، پائی، فون دیغروں کے مل نکلنے کے بعد ہمیرے پاس پچائیں کیا ہے؟““ اس فناں والا کی قسط ادا کر رہے کی خاطر ہی تو میں شام کے قسم گھٹے ڈاکٹر ہاشمی کے پائیویٹ ٹینک میں گزارتا ہوں۔ ان کی فارمی سنبھالتا ہوں۔ بس ایک دو سال.... یہ ذرا سا وقت کٹھن ہے، اگر زیادے پھر انشاء اللہ ہم اپنی ہر خواہش بنیں۔“

”آپ نے پہلے بھی کئی بار کہا ہے کہ بس یہ وقت گزر جائے اور وقت گزرنے کے بعد ایک اور نیا بہانہ تیار ہوتا ہے۔“ اس نے بات کاٹی۔

”وہ پھر وہی بات یہ ہے بہانہ یہ بہانہ ہے ایسا دادی اور ابا کی وفات بہانہ تھی؟“ ازرم مزاج مزمل نہ چاہتے۔“ اچھا چلیں چھوڑیں، اس بہانے والی بحث میں نہیں پڑتی۔ رہی اضافی خرچے والی بات تو ہمیں نے بتایا تو

”پیز صائمہ“ میری پریشانیوں کو باشنا تمہاری کے ساتھ ہی وہ نیچے اتری۔ اس کا معمول تھا کہ صحیح کی عادت رہنا ہے جسکے نتیجے میں اضافہ کرنے کی کوشش نماز پڑھنے کے ساتھ ہی ادا کیا کرتی مگر ان کے کمرے کی کبوٹ کر رہی ہو۔ فکرِ معاش نے مجھے بے شک کتنا بھی کھلکھلایا ہو مگر اللہ کا شکر ہے کہ بھر کی دلہنگیر قدم رکھتے ہوئے مجھے آج تک کوئی اندیشہ، وسوں نہیں گزرا اور مگر کے ماہول کو رُسکون بنانے میں ہمیشہ تمہارا ہاتھ رہا ہے پھر کیوں اب مجھے ایسا لگنے لگا ہے کہ جیسے یہ سکون ہی الٰہا۔

رفتہ رفتہ میرا ساتھ چھوڑ رہا ہے۔ ”الٰہا۔“ اس نے کوئی جواب دیا نہ ہی کوئی کوئی بدی ”تم بست بیٹھیں اور ہوا یا اڑتے چہرے کے ساتھ النا اس نظرت پر اندر رہا ہے۔ بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔“ سے پوچھنے لگیں۔

”کیا ہوا؟“ ضائیں... کیا ہوا؟“ وہ ہر بڑا کے اٹھ ساری زندگی پڑی ہے ہمارے آئینے۔ ہر وقت کے آئینے ”وہ... وہ پڑھی... میں آپ کو جھکا رہی تھی.... نماز کے لیے“ اس نہیں اٹھتے دیکھ کر اس کے دھڑکن کرتے تھے ہوتے ہیں۔ قسمِ الٰہا ہے یہ وقت ہمارے ہاتھوں کا دل کو قرار ملا اور جو ہم سکون بھری سائیں لیتے ہوئے ہے کہ اپنے والدین کی خدمت کر کر زیادہ سے زیادہ ثواب سمیٹ لیں۔ اس مہر قیمع سے کیوں نہ فائدہ اٹھایا۔ اپنے اس افراطی بھر کے ملنداز کی وضاحت پیش جائے۔ مال باپ کوئی سدا جیتے رہتے ہیں۔ پچھلے عمر میں سکوڑ بھر کا پچھتاوارہ جاتا ہے اگری اور زبان کا ہمارے سوا اور ہے ہی کون۔

کوئاں نہیں کیا اور مدرس نے سالوں سے چیچے مرے کے چشمہ اٹھا کر لایا۔ ”لے...“ میں... اپنی وقت ہوا؟“ انہوں نہیں آنکھیں سکوڑ نہیں دیکھا۔ وہ ہمیں دیکھ دیکھ کے جیتی ہیں اور انہی کی دعاویں سے ہم آج اس مقام پر ہیں۔“ وہ نہ جانے کیا۔ ہو گئی۔ تم بھی عجیب ہی ہو ہٹاہمہ یہ کوئی طریقہ ہے کہتا رہا مگر صائمہ کے گاؤں میں ایک کا ایک ہی فقرہ جگانے لگا۔ تا بھی ہے کہ میرا دل کمزور ہے، ہزار وسو سے پیدا ہوئے آنکھ کھلتے ہی۔ تم نے تو مجھے مارنے کو بنتا رہا۔

”مال باپ کس کے سدا جیتے رہتے ہیں۔“ ”الٰہا۔ واقعی، مگر کب یہ؟ آخر اور کتنا غرضہ؟“ میر صائمہ کے دل کا چور بخیل ہو گیا اور کھیانی بلی کی طرح مجھے۔“

”مکمل ہے، چھی آپ بھی بس جو جی چاہتا ہے کہ اف توبہ! اللہ توبہ! معاف کرنا اللہ میاں۔ میں کیسے سوچ لیا۔“ وہ زور سے آنکھیں میچ کرتوبہ دیتی ہیں۔ کیا میں آپ کو ماروں گی؟ ایک تو میں آپ کو بے سدھ سوتے دیکھ کر پریشان ہو گئی اثاثا آپ مجھے واستغفار کرنے لگی۔

”اللہ میاں جی مجھے معاون کرنا۔ میری چھی کو لمبی داہنٹ رہنی ہیں۔ بتائیے کبھی ایسا ہوا ہے کہ آپ اذان کے بعد بھی اتنی گھری نیند سوتی رہیں۔“

”رات کو غیر ارادی طور پر سوچی اس فضول سی بھول گئی۔ جب دو بجے تک آنکھ نہ لگی تب دھیان آیا۔ دیر سے نیند کی دوائی نے کی وجہ سے دری تک سوتی بات نے اسے صحیح تک خفتہ ایمنی پہنچا رکھا۔ فجر کی اذان“

○\*○

رہی ورنہ رات آئے نوبجے والی خوراک کا اثر تو صحیح چار  
بجے ہی ختم ہو جاتا ہے۔

آج اتوار کا دن تھا۔ مزمل دیر تک سوتا رہا۔ حمیرا  
نے بھی اپنے میال اور بچوں کے ساتھ آتا تھا۔ صائمہ  
جانتی تھی حمیرا کو اس کے ہاتھ کی کڑھی بہت پسند ہے  
اور اب تو موسم بھی ایسے بچوانوں کا تھا اس لیے اس  
نے باشنتے کے ساتھ ہی کڑھی کی تیاری شروع کر دی۔  
نکل دن کو تو مطلع صاف درہ تھا مگر رات کونہ جانے کین  
پہریاں زمین کو بھکو گئے تھے۔ رات کی بارش کی وجہ  
سے دن بھی خاصا خوشگوار تھا۔ روح افزا حسب عادت  
کڑھی میں یہ پکوڑیاں تلتی ہوئی اپنا کوئی پہاڑی گیت  
چکنگتا رہی تھی۔ نہ جانے گیت کے کون اتنے بول اتنے

شر تھے کہ روح افزا خود ہی شرما کے ہنس رنگی اوز اٹھیں  
کے گالوں پر کھدے ہر سچھ اور سیاہ تین ہنگامہ اٹھتے  
اچانک کچن کے بچھلے دروازہ پر بلکی سی دستک نے  
ایسے چونکا دیا۔ وہ چھپی چھپی آنکھوں سے بھی دروازے  
کی طرف اور بھکھا اسیکی ابالتی صائمہ کی طرف بکھنے  
فرینڈز اچھپوں میں کمیں نہ کمیں ٹھاتی ہیں جبکہ انہیں  
لگی۔ صائمہ بھکھنے کے اس اندازہ کھکھل کر کئی

”روحِ دروازہ“ بھکھنے کا جانا عزم اللہ  
جان کی شیرنی گھٹی آواز پروہ لپک کے گئی اور دروازہ  
کھولتے ہوئے دانتہ اپنے آواز میں کہا۔ ”کوئی  
”کوئی نہیں بی بی اماڑا خان ہے ہوگی۔“

دوسری طرف اسیں کل خان بھی ٹھنڈی بی بی کی  
خاموشی رہی۔ ساری بات سن کر حمیرا پل بھر کے لیے  
موجودگی کی خبر پا کے رفوجکر ہو چکا تھا۔ روح افزا نے  
چپ ہوئی پھر ایک اور حل پیش کر دیا۔

مرے مرے انداز میں دروازہ پھر سے بند کیا۔

”چلا کیوں گیا؟“ ”آں۔“ ”پا نہیں بی بی، شاید اچائے مائے مانگتی ہو۔ میں  
”کیوں؟“ ”کوئی ضرورت نہیں۔ یہ کام نہیں۔“ مہمان آنے  
والے ہوں گے۔ اب سمجھ میں آیا کہ تمہارا ہے کام اتنی  
ست رفتاری ہے کیوں ہوئے ہیں۔ کام کے دوران میں  
تمہارا خان یہاں آکے بیٹھا رہتا ہے۔ اتنا چکا ہے تم  
دونوں کو باتیں کرنے کا؟“ اس نے سیکھے لجے میں

پوچھا۔ وہ بے چاری سر جھکا کے رہ گئی۔ ”کام نہیں۔“

”بس یہ طے ہے کہ نیکست سنٹے آپ لجے“ اماں آپ یہ سمجھیں کہ بیٹی کے نہیں بیٹے کے گھر رہنے میں کوئی براہی نہیں۔ تو ہمارے ساتھ کریں گے اور ہم یہ لج گھر نہیں بلکہ جلو پارک میں کریں گے۔ دعا کریں کہ اسکے اتوار کو بھی ایسا ہیں۔ میں آپ کا بیٹا ہی تو ہوں۔“ مزمل ابھی بھی یہ موسم ہو تو پہنک کا مزہ آجائے گا۔ وابسی پر آپ اپنی مانیں بے شک ساتھ لے جائے گا۔“ حمیرا کے پورے پروگرام سیٹ کیا۔

لوجوں کو کسی درگاہ، کسی خانقاہ، کسی پیر فقیر کے پاس جانے کی حاجت نہیں ہوتی۔ آپ تھیب والے ہیں جو ہیں۔ کوئی مجھے بیمار بڑھنا سے بھی تو پوچھے۔ میری طرف ہے تو بالکل بھی اجازت نہیں ہے انسیں لے جانے کے اگر ہم چند دن کے لیے آپ کے گھر کی رحمت مستعار لے لیں۔ آپ کا کیا جائے گا، ہاں ہمارا گھر کی رونق ہے۔ یہ نہ ہوں تو مجھے بھلا کہاں قرار آئے ضرور بابرکت اور متبرک ہو جائے گا یا پھر آپ۔ آپ گھر کی رونق ہے۔“ پھر نے اعتراض کیا ”ان دونوں سے تو میرے پری تک میرے پاس جسکی رہشی ہیں، تم انہیں لے لیے دیں۔ شاید چند دن کی جاؤ گی تو میری اداں تکلیف دہ راستے اور بھی بی خدمت تھے اماں کی کسی دعا سے ہمارا بھی خونس بن جائے۔“ اتنی محبت سے پھر مطاہبے کے بعد کسی اور اذکار نے منہ بٹا کے ہوئے پھر کو دیکھا جیا۔“ گرچہ اعتراض یا جحت کی گنجائش ہی نہیں ہوتی تھی۔ پھر نے اسے بچوں میں چاہئے یا نہ چاہئے سے کوئی مسئلہ نہیں لالہ بھی اسے سعادت مند امداد کی پیشانی ہے۔ ساختہ چوم لی۔ تھا بلکہ وہ جانتی تھی کہ ان کو حاضر کے بعد اس کو کس ساتھ پہنچانے کے ساتھ پہنچی پھر، ہالہ اور زیادہ وقت رینا ہو گا۔ اسے ان کی ہر معاملے میں داخل ہو۔“ حولہ حمیرا کے ساتھ ہی رخصت ہو۔“ صائمہ کو ایک دم سے گھر میں نائلے کا احساس ہو۔ انہیں انہیں رخصت انہزاری پسند نہیں آئی۔“ کر کے کر ا ملا ہو۔“ ان کی ہیچ پچھیراں کرنے کے بعد اندر آتے ہیں۔ سارا گھر خالی سا چھاڑ سے میرا دل لگا۔“ اسیں تجوہ بلکہ بھی نہیں لگا۔ ارباب تھا۔“ پھر دا اور ہالہ، خولہ کے کمروں کے بند دروازے اسے اداں کر گئے۔ اسے گھبراہٹ ہی ہونے جانے دوں گی بھلے تمہیں بُرائے لگے۔“

”تو اماں، آپ بھی ہمارے ساتھ ہے،“ ایک ہفتے تک کہ وہ اتنے لمبے دن اس خالی گھر میں کیسے گزارے کی تو بات ہے۔ کتنا دل کرتا ہے میرا کہ بھی آپ بھی گی۔ اچانک پچھے سے اپنے شانے پر مزمل کے ہاتھوں چند دل میرے ساتھ ہارہیں۔“ اسی تو بھی محسوس کرنے کے وہ شانت ہو گئی۔

”آبھی یہے اداں ہو گئی؟“ پچھی بیٹے کامنہ دیکھنے لگیں۔ اس نے فوراً مناسب الفاظ میں منع کر دیا۔“ نہیں حمیرا، یہ اچھا نہیں لگتا۔ لوگ کیا کہیں گے کریں گے تو نہیں ہوں گی۔“ اس نے لاؤ سے اس کے لہ بیٹے نے مان نہیں سنبھال لی گئی اس لیے بیٹی کے گھر میں پر بیٹھ رکھ لیا کہ قدرے آزاد آزاد اور ہلکا یچھا کا سچھوڑ۔“

”یہ کیا بات کی آپ نے بھائی جان۔“ اس کا شوہر پہلے غلبہ پانے والی اداسی سرخوشی میں بدل گئی۔“ اسکے برعکا ”اب وہ زمانے کہاں رہے کہ بیٹی کے گھر رہنا اچھا نہیں لگتا۔ اچھا چلیں آپ کی بات مان بھی لیں تو۔“ وہ اسی طرح اس کی کمریں بازو حاصل کیے

سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ یہ بے تکلفی اور بے ساختگی اس تصور ساری تھکان اتار گیا۔ وہ گلے بال سمجھا رئی تھا جب مزمل نے ایک نکتہ پیش کیا۔

سے یوں تبھی سر عام سرزد نہ ہوئی تھی۔ بیٹھیوں کا دھیان اوزان کا الجا لازماً رہتا تھا۔ ایک ایک زینہ اس کی دل میں چڑھتے ہوئے جہاں کہ کے دل سے اتنے ال سالوں تک مری سوات نہ جانے کا، ہنسی مون نہ منانے بولی۔ اب چھپی نہیں تھیں تو مگر کے اکیار نہیں کی فقر کا، لانگ ڈرائیونگ اور کینڈل لائٹ ڈزائن کرنے کا لاحق ہو گئی۔

ساز اہم جاتا رہا۔

"سین، ہم دونوں آج اکیلے ہیں۔ میرا ذرا بیوی ال ۰۱۱۷

نہیں کھانا بنانے کا۔" "تو میرا کب موڑ ہے کہ تم مجھے اکیلا چھوڑ کر کچھ کرنے کا۔ تمرا یے کرو سارا گھر لاک کر لوا۔" "سارا گھر؟ مگر مزمل انہیں کھانا کھانا ہے، تو میں تک جاؤ۔"

افزا کو روٹی پکانے کچھ تک جانا ہو گا۔ وہ اپنی بے کھامیں۔" "کیوں، دوسر کو اتنا کچھ پکا تھا، یقین نہیں بچا ہے۔" "کیوں پھر کیوں اپنے کھجور کیم اور کاپورشن سارا لاک کر لوا۔ اس تو خود ہی تو حیرا ساتھ پھٹک لے گئی۔ چھپی کے لیے ان خاص طور پر بلکہ اختیارات ایساں کا کمرابھی۔"

میں بھی کرے لائیں کہ کہوتی ہوں جتاب۔

## UpduPhoto

بے فکری سے ہوتے ہمایہ یونیورسیٹیں اور نضول ما نہیں۔ آج تو باری کیوں کو جی چاہ رہا ہے۔ کافی عرصہ ہو گیا طرح خود کو سرزنش کرنا چاہا ہے اگر ایسا کرنے سکی۔

نہیں ہو سکتے تھے، اگر کبھی دو میں مابعد جانتے بھی تو اس کی پسند کا تو سوال ہی سیدا نہیں ہوتا تھا، ہالہ اور خولہ اے ہوں۔ میرے سوچنے سے انہیں کچھ ہو تھوڑا ہی جائے فیورٹ فوڈ پوائنٹ میکڈونلڈ کے، ایف، سی وغیرہ گا۔" اس نے دل سخت کرتے ہوئے پھر سے تصور کیا تھا۔ جہاں کا کچھ بھی صائمہ کے حلقو سے نہیں اترتا اس زندگی کے بارے میں جو اس آخری ذمے داری

سے نجات حاصل کرنے کے بعد کتنی سبک و سل

لیں۔" "چلو، پھر آج شہریں دیکھاں" "لے جاتے ہیں۔" "اہل ہون جائے گی بالکل وہی ہی جیسی اس وقت تھی۔ نہ مزمل "میں ابھی تیار ہوں کے آتی ہوں۔ پہلے ہم کو وقت گزارنے کا احساس تھا نہ اسے یہ فکر کھانے فوراً ریس چلیں گے۔ صفتی نمائش دیکھنے۔ پہلی بار تو مزہ ہی نہیں آیا۔ سارا وقت ہالہ اور خولہ نے "جوائے میں گزار دیا ہے جب نمائش دیکھنے کا وقت کا آیا تو بیٹھنے میں، ساری ذمے داریاں اٹھانے کے لیے کیا ہم رات کے ساڑھے دس ہو رہے تھے۔" اس نے فوراً اسی وجہ سے ہیں بلکہ ہم بھی کیوں صرف میں۔ مزمل کے شاور لے کر لباس پہنچ کیا۔ دن بھر کی مصروفیت نے حصے میں تو صرف معافی ذمے داری آتی ہے، اپنی ماں تھکان غالب کر رکھی تھی مگر ایک بھرپور شام گزارنے کا خیال رکھ کے وہ سرخ رو

ہو جاتے ہیں۔ ساری قریبیاں تو مجھے دینا ہوتی ہیں۔ لگتا۔ ”حسب توقع باتوں میں کھو کر اس کا دھیان دوا  
شادی کے ابتدائی دن اس احتیاط میں گزارے کہ یعنی کی طرف نہیں گیا لیکن میرا کیتھے آگے بریک لگاتے  
کنواری نندوں کا ساتھ ہے پچھا کو منظور نہ تھا کہ سہم ہے اسے یاد ہگیا۔

میاں یوں ان کے ہوئے ہوئے سیرو تفریح کرتے ”وتم نے مجھے یاد کیوں نہیں کرایا اماں کی دوا کے  
پھر، اب چھی ہیں جن سے میرا ایک منٹ بھی مزمل بارے میں۔“ وہ شاکی نظرؤں سے دیکھنے لگا تو صائمہ  
کے ساتھ پیٹھنا گوارا نہیں ہوتا۔ آدمی آدمی رات انجان بن گئی۔

تک ماہیں روانے بٹھا رہتی ہیں۔ دس سال ہونے کے ہیں ”اوہ... اوہو! سوری مزمل بالکل خیال نہیں رہا۔  
کسی نہ کسی وجہ لئے ہمارا مجھے دل مارنا پڑتا ہے۔ سیلانی چھی کون سا گھر پر ہیں۔“

دیکھو، اب میں سو اس بھی ضرف چھی کی وجہ سے نہیں ”وگلزان کی دوا میں ختم ہو رہی ہیں، رات کی تودہ  
جاسکی پھر ایسے میں اگر ایسی وہی کوئی سوچ میرے ذہن لے لیں گی، صحیح کی نہیں ہو گی اور مجھے اچھا نہیں لگے گا  
کہ وہ وہاں کسی اور سے دوا میں منگا گیں۔ وہ تو حیرا کی  
میتوں پر بیند پاندھتے باندھتے کیا اب میں سوچوں میں ضد اور واحد کے اصرار سے مجبور ہو کر میں نے اماں  
پڑھی پھرے بٹھانا شروع کر دوں۔“ ”یار یاد کرنا، واپسی پر اماں کی دوسری بھی نہیں۔“  
”یار یاد کرنا، واپسی پر اماں کی دوسری بھی نہیں۔“ میتوں میں دیکھا ہوں شاید مارکیٹ کھلی  
گھر کے پاس والی مارکیٹ تو پہلا ہو گئی ہو گی۔ یہاں میں ہو۔ صحیح جاتے ہوئے رائے میں انسیں رستا جاؤں گا۔“  
مارکیٹ سے لیتے چاہیں۔ ”مزمل کے لئے پریس اس نے کار دوبارہ اشارت کی۔“ مارکیٹ نے زور سے  
نے زبردستی میکرا ہٹکے سر کلایا۔ ”لامل دروازہ جنڈ کیا اور کچھ کے بغیر آگے بڑھ گئی۔“ ڈپلی کیٹ  
”مگر ایسا ہوا کہ میکرا ہٹکے سر کلایا۔“ میکرا ہٹکے سر کلایا۔ ”LamPto میکرا ہٹکے سر کلایا۔“ میکرا ہٹکے سر کلایا۔“

اور پڑھوں اپنے مشتعلی دواؤں کے ذریعے دروازہ دوسری دوپی کیٹ چاہی سے چھوڑا اور لاڈنگ میں  
زبردستی اپنی ماں کو ٹوپکے ہوئے ہیں۔ کون سا ڈاکٹر ہے داخل ہوئے وہ ٹوب لائس آف کر کے  
جنے یہ نہیں جانتے اور کون چھوڑتا یا بے صرف ڈرم لائس آن کر گئی تھی۔ اس کی مدد ہم روشنی  
ہے جو یہ ان کے لیے نہیں لائے تھے مگر کہ نہیں اور کتنا ایسی اسے صحیح طریقہ نہیں تھا تو نہ ہوا مگر یہ احساس ضرور  
عرضہ انتظار کرنا ہو گا۔“

اس نے انتہائی حد تک سفاک اور خود غرض بننے

ہوئے سوچا اور میں روڑ سے گزرتے ہوئے جہاں شر کے اچھے اچھے پیدی یکل اشواراز تھے جان بوجھ کر مزمل نکول، ہوئی آواز، آئی۔ اتنے میں صائمہ نے ٹوب لائس آن کر دی جائی وہ بن آن کر کے چھپے مڑی لاڈنگ کے باتوں میں الجھا لیا۔ ۱۶۰

”یہ گیت کتنا اچھا ہے ناں اور موسم کے لحاظ سے دروازے سے کسی کو سرپت بھاگتے دیکھا۔

ایک دم فٹ بھی...“ اس نے والیم کچھ بلند کیا۔ ”LamPto میکرا ہٹکے سر کلایا۔“ میکرا ہٹکے سر کلایا۔“ ”موسم اچھا ہو تو ہر گیت اچھا لگتا ہے اور مسی،“ تھا ناکہ نوبیجے تک کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں ذور ہوں جوالی کے تین اذیت ناک مہینے گزارنے کے بعد لاک کرتے ہوئے اپر چلے جانا۔ کیا کر رہے تھے تم ساریں کا یہ مہینہ دیسے بھی کسی نعمت نہیں کیم نہیں دونوں اور یہ اس طرح بھاگ کیا ہے۔ ”وہ پوچھتی

جاری تھی اور ساتھ ساتھ کروں کے لاک بھی چیک جاتا۔ صائمہ کو شک ہوا کہ فرور رہا اسے اُن کے سفر کر رہی تھی جن کی چاہیاں وہ اپنے ساتھ ہی بے ممکن تھی مگر بسم اللہ جان کا گمبرا کر بھاگنا اور ریخ افزا کی ہکا ہست انہیں مشتبہ نہ ہر کوئی تھی۔

”مزمل نجیک کتے تھے، آج کل کا زمانہ ایسا نہیں تھیں لگایا۔ زیکھو، ام تو یچے زمین پر بیجا تھا۔“ صوفی پر بھی نہیں بیٹھا۔ اما را یقین تک دامن تھا۔ اسے نہ بے ایمان اسے۔ ہال ہم سے یہ غلطی کا اواز رات کو اٹلا شیاں لیتے پہنچ رہے ہو۔“ ملal، تمہارے تھے تمہارے گھر میں اتنی دری بخوارہ۔“ ”نہ بی بی، ایسا ہمت بھلو۔ ہم کوئی چوری موری نہ دیکھا تھا، وہ پریشان ہو گئی۔“

”چلواب بس کرو تمہارے صاب آنے والے چوری کے الزام پر ہوا ہو گئی۔ اس نے مضبوط لبجے میں تردید کی۔ صائمہ کو پہلے بھی اس شے پر زیادہ تلقین نہیں ہوں گے۔“

”تم تو بتا سکتی ہو مجھے جو خدا تک اصل وجہ نہیں تھا۔ اب پہلے کی طرح لاکنڈا (دوازے دیکھ کر اور انس کا) دو بی بی اونچہ کرو صاب کو نہ بتاؤ گی۔ وہ غصہ کرے پر یقین نہ سن کر اور الجھ گئی۔ اس پہنچے ادھر اور نظر بھلنا سے سوال کرے گی۔ وہ بے چارہ کیا دوڑائی۔ کارپت پر ایک شیوں کی اور ایک چیپی کی

بوتل خالی پڑی تھی کا ایک پلیٹ میں فالودہ کی پکھلی ہوتی باقیات تھیں اور ساتھ ہی ایک ادھ کھلا میٹھا پان تھا۔ اس نے سوالیں کروں کے لئے بھکھا۔ ”لی لی، اپنے بوبل اور دیے ہیں بیٹھا تھا۔ نہ را تمہاری صائمہ کو کرو اور پکھدا کرو۔“ کارپت کا شکار تھی مگر اسے بتانے پر آمادہ کر ہی لیا۔

”وہ بی بی... کیا ہے ناکہ... اوپر... وہ امارا بے پھیا ز کھا ہے۔“ ”لما لما“ ”ام ابھی صاف کرتا ہے۔“ ”وہ جلدیں جلدیں“

”اس کو کچھ نہیں ہوا بی بی، اصل میں جب سے اٹھا نے لگی اور صائمہ کو ایک نیا خیال سو جھا۔ چھی کے کمرے میں روم کو لگا تھا۔ درمیان کا دروازہ کھول دیا جا تا توہاں اور خولہ کے کمرے میں بھی ٹھنڈا ہو جاتی۔“ نے گھر کے نئے نہایاں میکل انہوں نے ایک نیا اے سی ال رات کو بارش آتا ہے، اس داسٹے اب وہ بھی اندر رہا۔ بھی خریدا تھا جو اُن کے بیڈ روم میں لگا تھا مگر دن کو بھل کے مل کے ڈر سے صائمہ اسے آن کرنے کی ہمت نہ ہے نا۔“

”ہال تو پھری۔“ اس نے اکتائے لبجے میں پوچھا پھر کرتی اور دوپر چھی کے کمرے میں ہی گزار دیا کرتی۔ روش افزا کے شرم سے گلناڑ ہونتے چہرے اور گلبابا سا کمرا تھا، جلد ٹھنڈا ہو جاتا۔ پرانے گھر کا پرانا اتر کندیشہ انہوں نے یچے لاونچ میں لگا رکھا تھا جو عموماً بند رہتا صرف کسی مہمان کے آنے پر کچھ دری کے لیے چلا یا بھی سمجھایا تھا کہ یہ میرا گھر ہے اور میں...“

کر کیا ہے جو روزہ پھر سے رو نے لگی۔ تو وہ اور بادر جی خانے آجائی۔ ہم تھوڑا دیر بات مات کرتا ہے۔ اما راخان گذبی کرتا ہے۔ تم بی بی پا نئیں کیا سمجھی۔ آج بھی اتنا اچھا ہمارا تھا تو زردا دپ جاتا تھا جو اس کوبے بے گھری مل کی بات کرنے کو اس راستے بے بے سے دلت دلت کر رہتا ہے۔ وہ بھارا بڑھا جان دارا ہے کہ اس اور آئے کرنا ہے۔ اس کو بھائی رات کو بھی فانہ بھڑات سے تھیں ہے۔ اما راخان ہمیں سے راستے سوڑے والی بوتل اور پانی کی لائی ہے کہ ماہانے یوں سے پانی لائی تھی۔ اگر بے شے کو پا چلتا تو وہ شور پھاڑتا۔

# UrduPhoto.com

”یہ اچھی لعیت ہے جو تم لوگوں نے پال رکھی ہے۔ تم دونوں دن کام کرتے ہو رات کو اس کی بے اندھی بھی اتنا کیا کہ خان المدرسے کان میں بھی بے عین بھیج گئے تو اس کو پا چل جاتے ہی بے کا سکھی وہ تھا کہ میرے کو پھر جو سو طعنے مار مال لے جائیں گے کیونکہ اس کو مرد کے ہاتھا ہاتھ اس کے سامنے کیا کھاتا ہے۔ اس کے سامنے کیوں بھی تو کوارٹر ہے۔ کلاما کھاتا ہے۔ ہم اللہ جان نے باپ کو میں نہیں کھاتا۔ کیوں نہیں تھوڑا آتے۔ اس کے پاس کیوں بے فکر تھوڑا کھاتا ہے۔“

کہاں کے پار کیا ہے کہ خان المدرسے کان میں بھی اندھی بھیج گئے کہ میرے کو پھر جو سو طعنے مار مال لے جائیں گے کیونکہ اس کو مرد کے ہاتھا ہاتھ اس کے سامنے کیا کھاتا ہے۔ اس داستے ام ایش کے سامنے کیوں نہیں کھاتا۔ کیا کھاتا ہے۔ خان کا بست دل کرتا

”اما را بابا جو کہتا ہے، اور گاؤں میں بھیج رہتا ہے۔ برا خان سے قرضہ مرضہ لے رکھا ہے، سودا۔ وہ رات کو چوکیداری کرتا ہے۔ بے بے کے لیے ایسا مسترد رکھے گا؟ ویسے نبھی ماں تو بیٹے کا ذمہ داری ہوتا ہے۔ اس کا کھد مت تو میرا فرض ہے۔“

”تو پھر بھاؤڑے داری اور پورا اکرو فرض کو۔ یہ زو ناکس لیے ڈال رکھا ہے۔“ وہ تنگ آنکھیں اس ڈرائے نے۔

”لی بی، یہ بیٹی شیل رو تانہ ہی بھورو تا اے، یہ تو بیوی رو تا ہے۔ ام کو سب مالوم... مگر دل کو کیسے سمجھائے۔ ام اپنے خان سے بوت پیار کرتی اور وہ ام کے... مگر پیار بتانے کا وقت ای نئیں یوں ملتی۔ راوپریسے جب بارش ہوتی تو دل اور بھی تنگ کر لیں جائیں۔ بارش دل کو تنگ کیوں کرتی؟“ دل کے سوال کا کوئی جواب صائمہ کے مامنہ نہ تھا۔ شاید اس صائمہ کے پاس ہوتا جس کی شاپنگی کورس افزا کی طرح چھ سات ماہ گزرنے لئے تھے اور شاپنگی کا پہلا ساون، پہلی باریں ادا کیے جائے گی، ام صبر کرے گا، دل کو مدد لے گا مگر اپنی بنت بھی بست تنگ کر لے گا۔“ آنسو مصاف کرنی داپن جل جل شاید بارش کی بیٹھدیں وہی ارمان جگاتی تھیں جو روح افراد کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

”اور اب تو لی بی، جاڑا ہو جھی آنے والی۔“ بھی تو آس ہوتا ہے کہ شاید آج بارش مار جائے ہو، اور جب بے کو کھلی ہوا میں سونے کا بول کر منجی باہر ڈال دوں مگر جاڑے میں کیا کروں۔ اسی واسطے تم سے درکھواست کی جھی کہ اوپر ایک کمرا اور بنادو۔ تمہارا بڑا ہبہ بانی ہو گا۔“

”تمہاری بے بے کے لیے میں ایک اور لکنزاں بنواتی پھر دوں۔ تم یہ نہیں کر سکتیں کہ اس سے جان چھڑاؤ، انا میری جان کے پیچھے پڑ رہی ہو۔“ اسے لگ جیسے اس کی بے بے کے روپ میں چھی اسے زوج کرنے لگی ہوں۔

”ایسا مست بولوں لیں گے، وہ سخت لمحے میں کہتی ایسے کھڑی ہوئی“ تم نے بولا اسی واسطے تم کو اپنا بات بتایا۔

”تم ہمیں یا امارا بے بے کو والاثامت بولو۔ یہ ام نئیں سن

سلکا۔ ہاں ام کو معاف کرنا تھیں تھیں تھیں لیکے کیا۔ اب ام کو ایسا نئیں کرے گا جس سے تم کو شکایت اور سیل ٹھہر کر کھینچ دے اما رے بے کے لیے ایسا مست بدیں۔ تمہارے بولنے کا گناہ بھی ام کو گلے گا۔ ام نے بے بے کا شکایت نئیں کیا تھا، قست کا شکایت کیا تھا۔ بے کا کیا شکایت کرتا ہے کہ وہ کیوں اے؟ تو ہے تھا۔ اللہ معاف کرے ام کوٹ یا مارا زبان جل جائے گا اس بونے اور اما را خان وہ تو ہمیں خیر کر رکھ دیں۔ وہ اس کا جیسے اے۔ ام کو اپنا خان سے پار تو اس کی بے بے سے بھی پیار اور اما رے دل کو بڑا سکون ملتی یہ سونا کر کہ جب اما را بچہ ہو گا تو وہ یہ دیکھے گا کہ اس کا مال باہر اپنا بے بے کا کتنا کھد مت کرتا، کتنا کھیال رکھتا۔ بھی اما را ایسا ہی کھیال کرے گا اور اگر اما را بچہ پیدا کرے تو اس کا مال بے بے کو پھینک دیا تو وہ بھی ام کو پھینک ڈائے گا۔“ بارشیں بھی ختم ہو جائے گی جائز بھی آئے گی اور چھ جائے گی، ام صبر کرے گا، دل کو مدد لے گا مگر اپنی بنت بھی بست تنگ کر لے گا۔“ آنسو مصاف کرنی داپن جل جل شاید بارش کی بیٹھدیں وہی ارمان جگاتی تھیں جو روح

افراد کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

”مزمل گھر میں جلتی آذائی ہے۔“

اس ہوتا ہے کہ شاید آج بارش مار جائے ہو، اور جب بے کو کھلی ہوا میں سونے کا بول کر منجی باہر ڈال دوں مگر جاڑے میں کیا کروں۔ اسی واسطے تم سے درکھواست کی جھی کہ اوپر ایک کمرا اور بنادو۔ تمہارا بڑا ہبہ بانی ہو گا۔“

”تمہاری بے بے کے لیے میں ایک اور لکنزاں بنواتی پھر دوں۔ تم یہ نہیں کر سکتیں کہ اس سے جان چھڑاؤ، انا میری جان کے پیچھے پڑ رہی ہو۔“ اسے لگ جیسے اس کی بے بے کے روپ میں چھی اسے زوج کرنے لگی ہوں۔

”ایسا مست بولوں لیں گے، وہ سخت لمحے میں کہتی ایسے کھڑی ہوئی“ تم نے بولا اسی واسطے تم کو اپنا بات بتایا۔

”تم ہمیں یا امارا بے بے کو والاثامت بولو۔ یہ ام نئیں سن

”صرف اماں کو۔“

”ہاں ہالہ اور خولہ کو لاوں گی تو ان کا دل بڑا ہو گا۔ پورا ہفتہ نہ سی مگر دو دن اور رہ لینے دیتے ہیں۔“

”اماں ان کے بغیر آنے پر رضا مند نہ ہوں گی۔“

بھی تو کہہ کر گئی تھیں کہ ان کے بغیر گھر میں.....

”میں منالوں گی۔“ اس نے جلدی سے بات کائی۔  
”سارا دن ان کے رہا تھے گزر آرُون گی۔ انہیں ذرا بھی  
بوریت نہیں ہوگی۔“

”چھا صبح فون کر کے دیکھتا ہوں۔ واقعی گھر میں ذرا  
دل نہیں لگ رہا۔ وقت ہی نہیں گزر رہا۔ آج تمہارا  
بھی باہر نکلنے کا مودہ نہیں ہے۔“ پھر کچھ عرصے بعد ایک  
پاس ہو جاتا۔

One 001  
”کل اتنا تو گھومے تھے، لانگ ڈرائیونگ بھی  
ہو گئی، دز بھی اور شاپنگ بھی۔ آج کیا کرنے جاتے۔

روز روز آونچ کا جی نہیں چاہتا۔ اصل بات تو یہ ہے  
کہ جیسے چھپ کے خیال میں اسی گھر کی اصل رونق ہالہ  
اور خولہ ہیں اسی طرح مجھے ایسا گھر چھپ کر بھی سوچنا چاہتا ہے۔  
لگتا ہے۔ بس کسی بھی طرح مناہتے اُسیں لے آئیں۔

”ان سے وعدہ کروں گی کہ اب انہیں مجھے ہے وقت  
نہ دینے پڑھائیں گے۔“

”آپ۔“ اس نے پہلے ٹھنڈے ٹھنڈے صاف تھا۔ کسی براحت  
لگائی۔ ”اُسیں پہلے ٹھنڈے ٹھنڈے کوئی شکایت نہیں۔ وہ تو  
یہشہ مجھ سے تمہاری تعریض کرتی ہیں کہ صائمہ نے بیٹی  
کی طرح ان کا خیال رکھا ہے۔ ما تھے پہلے لانگے بغیر  
یہشہ ان کی خدمت کی ہے۔“ پھر چھپا ہتی ہیں وہ  
”One 002  
مالا مالا“

”ہاں میں جانتی ہوں۔“ پشیمانی میں گھر کر اس کی  
آواز پڑت ہو گئی ”اوہ اگر وہ جان جائیں کہ ان کے لیے  
میرے دل میں کیسے خیال آئندے لگے تھے تو...؟“

”اوہ ایک بات اور جب آپ نے دوبار مجھے پندرہ  
پندرہ ہزار روپے سیوںگ کے لیے دیئے تھے کہ سنبھال  
کر رکھ لوں۔ دو ماہ ہو گئے آپ نے مزید اضافہ نہیں کیا  
اس رقم میں۔“

”ہاں، وہ پہنچوں ایک اور چیک ملنے والا ہے۔  
کپنی کی ایک میڈیسنس کی زیر دست لاپنچ ک اور سیل  
کرنے پڑھیں گے۔“ اسی اضافی طور پر دیا ہے۔ وہ پچھیں  
ہزار بھی مل جائیں تو تھیں ساتھ لے جا کر تمہارے

لیے نئی جیولری بنوالوں۔ گھر کا فرنیچر پر دے، پسیٹ  
وغیرہ کرانے کے لیے تھیں سارا زیور پہنچا رہا۔ یہ سونی  
سونی، کلاسیاں بہت بڑی لگتی ہیں۔ اماں بھی کمپی بار مجھے  
ٹوک چکی ہیں کہ ان کی بھوکے لیے میں کچھ نہیں کر سکتا،  
اسی لیے وہ بچت تمہارے پاس جمع کروائی تھی۔ کم از کم  
ایک چوڑیوں کا سیٹ اور لائکٹ کے ساتھ بندے تو آئی  
جا میں گے پچاس سانچھہ ہزار میں پھر پچھو عرصے بعد ایک  
امکن سیٹ بھی بناؤں گا۔“

”ایک بات تو بتائیے مزمل، یہ سانچھہ ہزار بچانے  
میں آپ کو کتنا وقت لگا؟“

”یہی کوئی سات آٹھ ماہ... لیکن یاد رہے کہ میں  
نے صرف اسیں ہزار بچائے تھے باقی تو اتفاق سے۔ یوں  
کچھ بھی کچھ مختصر کا انعام ہے۔“

”محنتی تو آپ چھپ کر اور مجھے یقین ہے اگلے سات  
آٹھ ماہ میں اتنی ہی رقم اور بچائیں گے۔ چلو، سال اگ  
جائے کا پھر کیوں نہ ہم زیور کی۔ خود اسی ذرا مؤخر  
کردار میں سے اپنے اکابر کوں معاہدہ ہر جگہ زیور لادے جاتی ہوں۔ آپ  
پاس یا اور پھر کوں معاہدہ ہر جگہ زیور لادے جاتی ہوں۔ آپ  
یہ رقم کسی اور کام میں لگا دیں۔ جو کام بھی میں کوں  
بولیں کریں گے ایسا؟ وعدہ کریں۔“

”تم غلط کام میں پیسہ لگانے کا مشورہ تو دے نہیں  
کر سکتی۔ نہ ہی لھر دوڑ میں جووا کھلینے کا کوئی نہ پیچ فکنگ  
کا۔“ وہ ہنسنے لگا ”پھر بھلا مجھے وعدہ کرنے میں کیا  
اعتراض ہے۔“

”تو آپ اس رقم سے اوپر واپسی کو اڑ کے آگے  
چھٹت ڈال کر ایک اور کمرا بنوالیں۔ اگر پورا کمرا بنانا  
مشکل ہو تو چھٹت ڈال کر سائیڈ کی دیواریں بنالیں بلکہ  
ایک سائیڈ کی بننے کی دوسری طرف چھٹلی دیوار پلے ہی  
خاصی بلند ہے۔ سامنے کی طرف گرل لگوالیں گے یا  
ہزار ڈبوڑی کی غازِ ضی دیوار۔“

”یہ تھیں بیٹھے بیٹھے کیا سو جھی۔“ وہ اٹھ کے بیٹھے  
ھیا ”ویکھو صائمہ،“ اتنا بھی بہت ہے کہ میں نے اوپر  
سرنوش کو اڑ کے نام پر ایک کمرا ڈال رکھا ہے، دوسرا

پوری طرح نہ جینے کی تشنگی بھی کبھی جنت نہ کر سے  
بیزار کردیتی ہے اور میں نہیں چاہتی کہ... ”

”یا ر تم تو فلسفہ بولنے کے مود میں ہو۔ لمحک سے  
اگر تم ناٹھوچا ہے تو کوئی وجہ ہوگی۔ میرا جو پچھہ ہے  
تمہارا نہیں ہے۔ جیسے مرضی استعمال کرو بس یہ  
ڈائیلاگ.... اتنے اتنے مشکل ڈائیلاگ بولنا بند کر۔  
میری سمجھ میں تو صرف یہ بات آئی ہے کہ تم پچھوٹا یہ  
وغیرہ، کہانے کے چکر میں ہو۔ شکی کر کے جنت کی راہ  
میں گزارہ کرتے ہوں گے۔ ایسے موسم میں تو صرف  
کھلی ہوا میں ہی مگر نہیں لگتی درنہ کمروں کے اندر  
بننے والا۔“

”اور آپ کو کیا پتا کہ میں ثواب کمانے کے نہیں  
گوانے کے چکروں میں تھی۔ جنت کی راہ ہموار نہیں  
کھوئی کر رہی تھی۔ اگر... اگر جو زوج افزا مجھے جھنپڑ  
کے تھے جو کوئی تھیں خود غرضی کی اس غنوگی میں روز براز  
ذوبتی جاتی اور یہ ہلکی سمجھی غنوگی کیں بڑھ کے گھری نیز  
میں نہ بدل جاتی، بے حس نہیں۔ اب تو مجھے احساس  
ہوا ہے کہ یہ بے نام تھی، کمی، تشنگی کا یہ احساس کیسی  
کھانہ شکر کے اس نے لاٹھوں سے بہتر حال میں رکھا ہوا  
ہے۔ وہ بھی تو ہے نال جو اتنی کڑی ہماش میں بھی اپنی  
جنت گوانا نہیں چاہتی، اور میں معمولی سی خواہشات  
کے زیر اثر آگئی۔“

”اے بُنی بُنی بُنی چھت لے آئیں۔ ہارڈ بُرڈ یا  
گرل کی دیوار بھی بُنی بُنی ملتی ہے، ایک طرف کی دیوار  
بھی چند گھنٹوں میں کھڑی ہو جائے گی، اس دیک اینڈ پر یہ  
کام مکمل ہونا چاہیے۔“ کام شروع کردوں پھر کبھی  
فرصت میں سلووں گا۔“ مژل نے ظریکاً ذہن میں تو  
ایک دم جلدی پڑ گئی ہے۔“

”جلدی کہاں، در ہو گئی بست دیر۔“ وہ اداسی سے  
مسکرائی۔

”وہ پہلی بارش تو گزر گئی... یونہی لیکن خیو... میں  
اگلی بارش کوہی پہلی بنادوں گی۔“

بنا نے کی پوزیشن میں نہیں۔ یہ رقم بیٹھے بھائے  
میرے ہاتھ میں لگی۔ پارٹ ٹائم جاب میں سر کھاتا  
ہوں۔ لمحک ہے کہ یہ بچت ہے مگر اسے تم پڑا اپنے  
بچوں پر خرچ کر کے مجھے خوشی ہوگی۔ ایک ایسی جگہ  
ضائع کرنے سے کیا حاصل جس کانہ ہمیں کوئی فائدہ  
ہے نہ تعلق۔“

”ہمارا نہ سی مگر کسی کا تو فائدہ ہو گا۔ وہ تین لوگ  
اتنی مگری اوز جس میں نہ جانے کس طرح ایک سکر بنے ہیں،  
میں گزارہ کرتے ہوں گے۔ ایسے موسم میں تو صرف  
کھلی ہوا میں ہی مگر نہیں لگتی درنہ کمروں کے اندر  
جس کے مارے برا حال ہوتا ہے۔ اب وہ تین ہیں، کل  
کو چار ہوں گے۔ ایک برا آمدہ نما کمراں کے لیے آسانی  
پیدا کر دے گا۔ ایک طرف چوہا رکھ لیں گے کہ تمہارے  
سر بھی ختم ہو گا۔ بھی اتنے کھانے بنانا ہوتی ہے، بھی  
سas کے لیے درد گرم کر دے۔“

”یہ میرا درد سر نہیں۔ وہ چار ہوں یا پانچ۔ اپاہی  
مسئلہ ہے تو میں کسی جھنڈے، جھانٹ بندے کا نظم  
کر لیتا ہوں گھر کے لیے اور تم پہن کاموں کے لیے  
جز وقتی ملازمہ ڈھونڈ لو۔ یہاں آس پاس کتنے ہی گھروں  
میں بہت سی ملازمائیں ہیں چار گھنٹوں کے لیے آتی ہیں  
اور حمارے کا نہایا جاتی ہیں۔“ مکالمہ جھنڈت اسی ختم۔“  
”نہیں مژل، نہ آپنی یہ سمجھتے تھے کہ یہ میری دل  
خواہش ہے۔“

”عجیب خواہش ہے۔ کیوں دوسروں کی پریشانی کو  
سر پر سوار کر رہی ہو۔ یہ ان کا مسئلہ ہے ہمارا بھی۔“

”نہیں مژل، یہ صرف ان کا مسئلہ ہیں ہمارا بھی  
ہے۔ ہم سب کا ہے۔ اپاہیں جانتے یہ چھوٹے  
مولے مسئلے نکس طرح پوری زندگی پر خاوی ہو جاتے  
ہیں۔ میں محسوس کر سکتی ہوں اس درد کو، اس انجھن  
کو۔“ وہ آہستہ آہستہ بولتی رہی۔

”تم خذیل سے زیارتہ خیاں ہو چکی ہو۔“ مکالمہ ۲۲  
”یہ معاملہ ہی اس قدر حساس ہے۔ جگہ کی کمی  
سے بعض اوقات دل بھی شک پڑنے لگتے ہیں۔ اپنی دنیا